اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

بارہویں اسمبلی / اٹھارہواں اجلاس (دوسری نشست)

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ بروز جمعۃ المبارک مورخہ 20/فروری 2026ء بمطابق ۲ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ۔

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	وقفہ سوالات۔	04
3	توجہ دلاؤ نوٹس۔	15
4	رخصت کی درخواستیں۔	22
5	غیر سرکاری قراردادیں۔	
6	(i) قرارداد نمبر 75۔	23
	(ii) قرارداد نمبر 76۔	

جلد 18 ☆☆☆ شمارہ 2

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر۔۔۔۔۔کیپٹن (ر) جناب عبدالخالق خان اچکزئی

ڈپٹی اسپیکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میڈم غزالہ گولہ بیگم

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جناب طاہر شاہ کاکڑ

اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔۔۔جناب عبدالرحمٰن

چیف رپورٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جناب خالد احمد قمبرانی

☆☆☆

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

بروز جمعۃ المبارک مورخہ 20 رفروری 2026ء بمطابق ۲ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ۔

بوقت سہ پہر 3:35 منٹ پر زیر صدارت کیپٹن (ر) جناب عبدالخالق خان اچکزئی، اسپیکر،

بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر: کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ **از** حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

شَھۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡھُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ ج فَمَنۡ
شَھِدَ مِنۡکُمُ الشَّھۡرَ فَلۡیَصُمۡہُ ط وَمَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیۡدُ
اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ز وَ لِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا
ھَدٰئکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ط اُجِیۡبُ
دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّھُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ﴿۱۸۶﴾

﴿پارہ نمبر ۲ سُوۡرَۃُ البقرہ آیات نمبر ۱۸۵ اور ۱۸۶﴾

ترجمہ: مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی، سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اسکے، اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے، اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو۔ اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں۔ صدق اللّٰہ العظیم۔

☆☆☆

جناب اسپیکر: اَعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔وقفہ سوالات۔ جناب رحمت صالح بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 143 دریافت فرمائیں۔

میر رحمت صالح بلوچ: سوال نمبر 143۔

☆**143 جناب رحمت صالح بلوچ،رُکن اسمبلی:** نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 28 نومبر 2024ء

کیا وزیر اطلاعات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، 21 نومبر 2025ء کوموخر شدہ

صوبہ بھر کے اخبارات میں اشتہارات دینے کی پالیسی کیا ہے اور محکمہ ہذا اخبارات، جرائد کو کس طرح اشتہارات فراہم کرتا ہے کی تفصیل دی جائے؟

وزیر اطلاعات: جواب موصول ہونے کی تاریخ 08 جنوری 2025ء۔

صوبہ بھر کے اخبارات کو صوبائی کابینہ سے باقاعدہ منظور کردہ نظر ثانی شدہ اشتہارات پالیسی 2023ء کے تحت سرکاری اشتہارات دیئے جاتے ہیں۔ نیز محکمہ ہذا اسی پالیسی کی شق 2 (اے، بی، سی ڈی، ای) شق 3 تا 11 اور شق 15 اور 16 کے تحت اخبارات اور رسائل کو اشتہارات فراہم کرتا ہے پالیسی کی مکمل تفصیل آخر پر منسلک ہے۔

جناب اسپیکر: میر رحمت بلوچ صاحب! آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے اس سوال کے بارے میں؟

میر رحمت صالح بلوچ: یہ میرا سوال ہے جس سے میں مطمئن ہوں جناب اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر: آپ مطمئن ہیں 143-144 disposed off۔question no مولانا ہدایت الرحمٰن صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 304 دریافت فرمائیں؟

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم سوال نمبر 304

جناب اسپیکر: محکمہ اطلاعات Concerned Minister please.جی مولوی صاحب۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! یہ جو سوال دیا گیا ہے۔ میرا سوال کا جو مقصد ہے جو مجھے جواب دیا تقریباً پورا سال 110 اخبارات کو ڈیلی جو اخبارات ہیں ان کو 52 کروڑ سے زیادہ ادائیگی ہوئی ہے۔ اس سوال کا میرا مقصد یہ تھا کہ جو اخبار مالکان ہیں بلوچستان کے اخبار مالکان تو کروڑ پتی بن رہے ہیں لیکن اخبار میں جو کام کرنے والے ہیں۔ فوٹو گرافرز ہیں جس کو ماہانہ پانچ ہزار روپے ملتے ہیں جو ایڈیٹر ہے سب ایڈیٹر ہے دفتر میں کام کرنے والے کسی کا دفتر ہی نہیں ہے کسی کا اگر دفتر ہے تو دو دو بندے ہیں کوئی ایک بندہ ہے اس کو پانچ ہزار 10 ہزار روپے دیے جاتے ہیں میرا سوال یہ ہے کہ جو محکمہ اطلاعات ہے ان کو اشتہارات تمام اخبارات کو ہم کروڑوں روپے کے اشتہارات سالانہ دیتے ہیں کسی کو سالانہ چار کروڑ کسی کو سالانہ تین کروڑ کسی کو سالانہ دو کروڑ کسی کو سالانہ لاکھوں کروڑوں روپے میں اخبارات کو

دیتے ہیں تو یہ اپنے ملازمین کو پانچ ہزار 10 ہزار 12 ہزار روپے دیتے ہیں کوئی ملازمین کو فارغ کر رہا ہے کم سے کم 50 کروڑ سے یہ اپنے لوگوں کو فارغ تو نہ کریں اپنے دفتروں کو ملازمین کو اچھی تنخواہیں تو دے دیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے تو ان کو کروڑوں روپے اشتہارات کا جا رہا ہے لیکن یہ اپنے کارکنان کو کوئی payment نہیں کر رہے تو میری حکومت سے ہی گزارش ہے یہ جو ضمنی میں یہ سوال کرنے کا مقصد یہ ہے کیا یہ ہم پیسے دے رہے ہیں کہ مالکان ایک طبقہ کروڑ پتی بن جائے اس میں دفتر میں کام کرنے والے پانچ ہزار پر گزارا کریں۔ فوٹو گرافر کتنی محنت کرتا ہے اس کا رپورٹر کتنی محنت کرتا ہے۔ وہ شہید بھی ہوتے ہیں وہ چوک پر بم دھماکوں میں فوٹو گرافرز شہید بھی ہوتے ہیں چوکوں پر چوراہوں پر رپورٹنگ کون کرتا ہے۔ تکلیف کون برداشت کرتا ہے اس کو آپ ماہانہ پانچ ہزار روپے دیتے ہیں تو میرا سوال یہ ہے کہ آپ حکومت سے گزارش ہے کہ ان کو جو اشتہارات دیتے ہیں ان سے یہ سوال پوچھیں کہ آپ کے اخبار کے کل وقتی ملازمین کتنے ہیں ان کو کتنے پیسے دیتے ہیں ان ملازمین کو آپ کتنے وقت میں اور کتنے پیسے دیتے ہیں تا کہ آپ کا یہ ریکارڈ بھی رپورٹ آ جائے آئندہ کہ آپ کے ہر اخبار کا الگ الگ آ جائے کہ آپ کے اخبار کے کل وقتی ملازمین کتنے ہیں آپ کے اخبار کے جز وقتی ملازمین کتنے ہیں اور کس ملازم کو کتنی آپ تنخواہ دیتے ہیں تا کہ پتہ چلے کہ صوبائی حکومت جو کروڑوں روپے ان کو دے رہا ہے وہ ایک فرد کی جیب میں جا رہا ہے کارکنان کو بھی فائدہ ہو رہا ہے۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے جی منسٹر صاحب! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

نوابزادہ محمد زرین خان مگسی (پارلیمانی سیکرٹری محکمہ سیاحت و ثقافت و قانون و پارلیمانی امور): جناب اسپیکر! ہدایت الرحمٰن صاحب! یہ ایک advertisement پالیسی کے تحت فریم ورک ہے اور جو آپ کہہ رہے ہیں کہ discrepancies بالکل ہیں مگر 50% جو بجٹ ہے یہ جو تمام جو بڑے ہمارے اشتہار والے جیسا کہ ڈان ہے بلوچستان ایکسپریس ہے یہ استعمال کرتے ہیں۔ باقی میرے خیال سے چھوٹے جو اخبار والے وہ استعمال کرتے ہیں باقی جو دوسری بات ہے regarding ملازموں کی یہ ہم تھوڑا سا پوچھ کے streamline کر کے آپ کو ہم بتاتے ہیں جی thankyou۔

جناب اسپیکر: جی مولوی صاحب۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! یہ سوال جمع کروں یا خود جمع کریں گے یہ ہمیں پتہ چلے کہ ہم 50، 52 کروڑ روپے سالانہ 110 اخبارات کو ہم دے رہے ہیں سالانہ 110 کروڑ۔ تو یہ ایک فرد کی مالک کی جیب میں چلے جائیں۔ اس میں وہ کل وقتی ملازمین۔ اسے بے روزگاری کی شرح بھی کم ہوگی ناں اب 50 کروڑ دے رہے ہیں یہ ملازم فارغ کر رہے ہیں اب ہم 50 کروڑ دے رہے ہیں اپنے کارکنوں کو فارغ کر رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: دیکھیں جی۔ان کے جو مالکان ہیں آپ ان کو direction دے رہے ہیں کہ وہ اپنے۔۔۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: اگر یہ 50 کسی کو آپ سالانہ چار کروڑ دے رہے ہیں اخبار والے کو اس کا ایک بھی ملازم نہیں ہے اس کا دفتر کا ایک بندہ بھی نہیں ہے بھئی جو فوٹو گرافر ہے آپ اس کو پانچ ہزار کیوں دے رہے ہیں اس کو سرکار کے مطابق تنخواہ تو دے دیں نا تنخواہ اگلی دفعہ یہ میرا خیال تفصیل آجائے کہ 110 جو ڈیلی اخبار نکلتے ہیں ان کے دفتر کہاں پر ہیں ان کے کل وقتی ملازمین کتنے ہیں جو جز وقتی ملازمین کتنے ہیں کس ملازم کو کتنی payment کرتے ہیں یہ تفصیل بھی آجائے۔

جناب اسپیکر: تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی distribution of fund equal طریقے سے ہو۔ یہ چاہتے ہیں آپ۔۔۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: ایک انصاف کے ساتھ ہو اور اس شرط پر حکومت شرط لگائے اور اس شرط پر ہو آپ ان کو payment کر دیں سی ایم صاحب بھی کھڑے ہیں۔

جناب اسپیکر: Leader of the House please

میر سرفراز احمد بگٹی (قائد ایوان): جی مولانا صاحب نے ایک important چیز کی طرف نشاندہی کی ہے۔ پرنٹ میڈیا جو خاص طور پر بلوچستان کے اندر۔

جناب اسپیکر: جی leader of the House . please۔

جناب قائد ایوان: جناب اسپیکر! مولانا صاحب نے important چیز کی طرف نشاندہی کی ہے۔ پرنٹ میڈیا جو خاص طور پہ بلوچستان کے اندر جو اخبارات چھپ رہے ہیں۔ گورنمنٹ کا آج کل تو آپ کو پتہ ہے ڈیجیٹل میڈیا کا دور ہے اور ہم بھی ڈیجیٹل میڈیا کی طرف جا رہے ہیں۔ اپنی پالیسی بنا رہے ہیں یہ بات مولانا صاحب کی درست ہے کہ اس کا جو بڑا مقصد ہے گورنمنٹ کا یا کسی ہم سے پہلی والی گورنمنٹ کا بھی اور ہمارا بھی یہ جو میڈیا ہاؤسز جو پرنٹ میڈیا ہے اس کو کسی نہ کسی طریقے سے اور تو ان کا ظاہر ہے وہ اخبارات بہت کم لوگ پڑھتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی ان کو اُن کے survival کے لیے یہ اشتہارات دیے جاتے ہیں۔ اس وقت گورنمنٹ ایک نئی پالیسی بنا رہی ہے اور اس پالیسی میں ہم ڈیجیٹل میڈیا کی طرف زیادہ focus کریں because ہم نے ابھی جو recent survey کرایا ہے اس میں جو لوگوں کو انفارمیشن کا سوال کیا گیا کہ آپ سب سے زیادہ information کہاں سے gather کرتے ہیں تو کسی بھی کسی ایک اخبار کا نام نہیں لیا، کسی نے کسی ٹی وی چینل کا نام نہیں لیا 7o percent plus لوگوں نے کہا کہ جی Facebook کے ذریعے انفارمیشن لیتے ہیں۔ تو ظاہر ہے یہ ڈیجیٹل دور ہے تو ہم بھی digitalization

کی طرف جارہے ہیں اور اس بات سے میں بالکل ہاؤس کی جو sense ہے وہ اخبار مالکان کی طرف جانی چاہیے کہ ہاؤس کی sense یہ ہے کہ جو ورکر ہے اس ورکر کو at least the minimum daily wage ہے اس تک تو کم سے کم لے کے جائیں۔ اگر آپ اخبارات کا بزنس کررہے ہیں یہ بزنس ہے۔ آپ by choice یہ بزنس کررہے ہیں۔ اور by choice یہ کام کررہے ہیں تو ڈیلی ویجز کو میں مولانا صاحب کی بات سے بلکہ پورا ہاؤس ہی کہ وہ جو عام ورکر ہے جو بیچارا بڑی مشکل سے رپورٹنگ کررہا ہے اس کو ڈیلی ویجز جو at least minimum daily wage کا Constitution of Pakistan اپنی فائنانشل ایکٹ کے ذریعے فیڈرل گورنمنٹ کرتی ہے اس پر implemented 100 percent ہونا چاہیے۔

جناب اسپیکر: اُن کو ملنی چاہیے۔ ok۔ مولوی صاحب please ok۔ Thank you very much۔ dispose up question no 304۔ میر زابد علی ریکی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 196 دریافت فرمائیں۔

میر زابد علی ریکی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ question no 196

☆196 **میر زابد علی ریکی، رکن اسمبلی:** <u>نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 24 جنوری 2025ء</u>

کیا وزیر صحت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، <u>23 ستمبر 2025ء کو موخر شدہ۔</u>

سول ہسپتال ضلع واشک میں کل کتنی ایمبولینس موجود ہیں، ایمبولینس پر تعینات ڈرائیور کا نام مع ولدیت، لوکل/ڈومیسائل کی تفصیل دی جائے۔ نیز یہ بھی بتلایا جائے کہ مذکورہ ضلع میں موجود ایمبولینس کس سال میں خریدی گئی ہے کی بھی تفصیل دی جائے؟

وزیر صحت: جواب موصول ہونے کی تاریخ 17 اپریل 2025ء۔

اس ضمن میں تحریر ہے کہ ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال واشک میں ٹوٹل ایک ایمبولینس موجود ہے اور تعینات ڈرائیور کی تفصیل ذیل ہے:

محمد موسیٰ ولد غوث بخش لوکل واشک۔

مزید براں مذکورہ ایمبولینس سال رواں میں ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ سروسز بلوچستان کوئٹہ نے جناب ایم پی اے واشک کے ذریعے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ضلعی ہسپتال واشک کے سپرد کی ہے اور ایمبولینس کی خریداری بھی صوبائی سطح پر کی گئی ہے۔

جناب اسپیکر: جی منسٹر ہیلتھ پلیز۔

میر زابد علی ریکی: اس میں مَیں نے سوال کیا تھا کہ واشک میں کتنی ایمبولینس ہیں۔ اور کیا پوزیشن ہے اور جواب میں ڈیپارٹمنٹ نے دیا تھا کہ ہم نے پچھلے سال ایم پی اے صاحب کو ایک ایمبولینس دی ہے۔ بالکل اس میں شک

نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب منسٹر صاحب بیٹھے ہیں۔آپ اندازہ لگائیں واشک ہر حوالے پر ماشکیل کی طرح واشک ۔ایک ایمبولینس کیا ہے جناب اسپیکر صاحب۔ وہ ایک ایمبولینس ابھی میرے خیال سے نہ ٹائیر ہے نہ انجن ہے میں نے کئی بار منسٹر صاحب کو یہی request کی کہ kindly مہربانی کر کے ایک دو اور ایمبولینس دے دیں کہ وہاں ایمرجنسی حوالے پر ہر حوالے پر بیمار ہو سکتے ہیں۔مگر ایک ایمبولینس ناکافی ہے۔تو اسی حوالے سے بھی request کر رہے ہیں جناب منسٹر صاحب کو کہ آپ مہربانی کریں کہ واشک کو تین چار ایمبولینس ہو سکتے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! پانچ چھ سال پہلے قطر ملک نے آٹھ ،نو ایمبولینس دیئے تھے۔مگر وہ ایمبولینس ہیں جناب اسپیکر صاحب۔مگر اُن کو afford کرنا ،چلانا وہ بس سے باہر ہے۔تو اُسی حوالے پر میں منسٹر صاحب سے بار بار کہہ رہا ہوں۔آج بھی میں نے فون پر بتایا تھا اسی ایمبولینس کے حوالے سے۔تو اس کا جواب مجھے دے دیں۔

جناب اسپیکر: جی منسٹر صاحب۔

جناب بخت محمد کاکڑ (وزیر صحت): جناب اسپیکر! ٹوٹل واشک میں گیارہ ایمبولینسز ہیں۔جس میں سے آٹھ اس وقت off-road ہیں اور چار ,on-road ہیں ۔ اور یقیناً واشک دور اُفتادہ علاقہ ہے ۔ہمارے پاس صحت ڈیپارٹمنٹ کے پاس کچھ specific funds نہیں ہیں کہ ہم ایمبولینسز خریدیں۔last PSDP میں بھی اسی طرح کا کوئی بجٹ نہیں رکھا گیا تھا۔ہم نے اس کے باوجود ایک ایمبولینس واشک کے Backwardness کو دیکھتے ہوئے distances کو دیکھتے ہوئے ایک ایمبولینس زاہد علی ریکی صاحب کو ایک ایمبولینس دی ہے اور اس سال بھی ہم ایک ایمبولینس جو ہمارے پاس extra ہے اُن میں سے ایک اور انشاءاللہ دے دینگے۔

جناب اسپیکر: یہ بات درست ہے کہ وہاں پر ایک ہی ایمبولینس ہے۔

وزیر صحت: ایک نئی ایمبولینس پچھلے سال دی گئی تھی جواب تک on road ہے اور چل رہی ہے۔اور وہاں بسیمہ اور واشک کو ملا کے واشک ڈسٹرکٹ کی گیارہ ایمبولینسز ہیں۔

جناب اسپیکر: گیارہ ایمبولینسز ہیں۔جی ریکی صاحب۔

میر زابد علی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! کے نالج میں لا رہا ہوں گیارہ ہیں یا بارہ ہیں۔ وہ بیس سال پرانے ہیں نہ اُس کے ٹائیر ہیں اور نہ انجن ہے۔یہی ایک ایمبولینس ہے پچھلے سال منسٹر صاحب نے دی۔وہ بھی ایک سال کبھی بسیمہ کا مریض تھا،کبھی ماشکیل کا تھا وہ بھی ختم ہوگئی۔

جناب اسپیکر: تو آپ اپنی پی ایس ڈی پی میں کیوں نہیں رکھتے ہو؟میں نے پچھلے سال تین ایمبولینس پر چیز کیے۔

میر زابد علی ریکی: جناب اسپیکر!میں نے خیر جان کا اُس نے ساری پی ایس ڈی پی میں ایمبولینس کیا تھا۔

جناب اسپیکر: نہیں نہیں سارا کیوں۔

میر زابد علی ریکی: میں نے دیکھا انہوں نے بیس ایمبولینس رکھی تھیں۔ جب مَیں نے منسٹر صاحب سے بات کی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ تو آپ کے ہیں۔ مَیں نے کہا بیس ایمبولینس میری ہیں۔ میری نہیں وہ خیر جان بلوچ کی ہیں۔

جناب اسپیکر: میرے خیال میں ایک نئی ایمبولینس fully equipped جس کے اندر ساری تقریباً requirement موجود ہو۔ ایک کروڑ کے قریب۔

میر زابد علی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! واشک آپ نے نہیں دیکھا ہے، دس گیارہ گھنٹے کا راستہ ہے جناب اسپیکر صاحب۔ ایمبولینس ایک ایمبولینس اتنے مریض ہیں ایمرجنسی میں ابھی آپ اندازہ لگالیں ان حالات میں ایمرجنسی بھی ہوسکتی ہے، بیمار بھی ہوسکتے ہیں۔ ہر جگہ میں۔ ایک ایمبولینس کیا ہے جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: مگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ PSDP میں نہیں خریدیں گے۔ منسٹر ہیلتھ سے مانگ رہے ہیں آپ۔

میر زابد علی ریکی: چیف منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اگر مہربانی کریں۔

جناب قائد ایوان: Minister for Health نے بتایا ہے کہ ٹوٹل ضلع میں گیارہ ہیں۔ اس سے پہلے تو اس سال سے پہلے جتنے بھی ڈی ایچ او کو فنڈز ملتے تھے اُن ایمبولینسز کے repair and maintenance کے تو وہ DHO بہت اچھا آدمی تھا۔ اُس نے repair نہیں کیا آپ کی ایمبولینسز۔ وہ اب کیونکہ گیارہ ایمبولینسز ہیں اُس میں چار on road ہیں اور باقی repair مانگتی ہے مَیں اپنے خصوصی فنڈ کے ذریعے ان سب کو repair کراؤں گا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: ok۔ سوال نمبر 196 dispose up زابد علی ریکی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 199 دریافت فرمائیں۔

میر زابد علی ریکی: question no 199

جناب اسپیکر: جی منسٹر صاحب۔

وزیر محکمہ صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆199 **میر زابد علی ریکی، رکن اسمبلی:** <u>نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 24 جنوری 2025ء</u>

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، <u>23 ستمبر 2025ء کو موخر شدہ۔</u>

سول ہسپتال ضلع واشک میں کل کتنے میل و فیمیل ڈاکٹرز تعینات ہیں تعینات کردہ میل و فیمیل ڈاکٹرز کے نام مع ولدیت ،لوکل/ ڈومیسائل، تعلیمی قابلیت، شناختی کارڈ نمبر اور جائے تعیناتی کی بھی مکمل تفصیل دی جائے؟

وزیرصحت: جواب موصول ہونے کی تاریخ 17 اپریل 2025ء۔

اس ضمن میں تحریر ہے کہ ضلعی ہیڈکوارٹرہسپتال واشک میں ٹوٹل دو میل ڈاکٹرز تعینات ہیں جب کہ باقی سات میل و فیمیل ڈاکٹرز کی تعیناتی بحوالہ جناب سیکرٹری صحت حکومت بلوچستان کے نوٹیفکیشن نمبر

SO-IV(H)1-17(2024)17619-26

Dated24-12-2024 کے تحت ہوئے تھےلیکن تاحال ڈیوٹی کے لئے مذکورہ ڈاکٹرز نے رپورٹ نہیں کی ہے۔

ضلعی ہیڈکوارٹرہسپتال میں تعینات دو میل ڈاکٹرز کی تفصیل ذیل ہے:

نمبر شمار	نام	ولدیت	لوکل	تعلیمی قابلیت	شناختی کارڈنمبر
1	ڈاکٹرمحمد اکبر	کالوخان	جھل مگسی	ایم بی بی ایس	53301-6368515-9
2	ڈاکٹرمحمدعثمان	فتح محمد	واشک	بی ڈی ایس	51703-0353824-1

نوٹ: یہ ڈاکٹرکنٹریکٹ کی بنیاد پر تعینات ہیں جنکی مدت 28 فروری 2025ء کو ختم ہوگئی ہے۔

میرزابدعلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! مَیں اس اسمبلی میں چیف منسٹر بلوچستان اور ہیلتھ منسٹر صاحب کا مشکور ہوں۔ یہ ڈی ایچ کیوہسپتال تھااس کا نام بوت بنگلہ تھا۔یعنی 15 سال سے بند پڑا تھا۔ جب چیف منسٹر صاحب آگے واشک میں اورمَیں نے اُس سے کہا کہ یہ DHQ Hospital ہے۔کہتا ہے کہ یہاں مجھےنہیں لے جاؤ۔ مجھے ابھی سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ ہسپتال نہیں ہے یہ کھنڈرات ہے۔ چیف منسٹر صاحب بیٹھے ہیں نہیں گیا۔ وہ تھا چیف سیکرٹری تھا منسٹر صادق عمرانی بھی ساتھ تھا۔اُس کے جانے کے بعد الحمدللہ وہی جی ایچ کیوہسپتال جناب اسپیکر صاحب! دن میں تین سو OPD چلتے ہیں۔یعنی پندرہ سال کے بعد ایک بت بنگلہ وہ ڈی ایچ کیوہسپتال ہوکے یہ کریڈٹ گورنمنٹ کو بھی جاتا ہے۔علاقے کا، چیف منسٹر کو یہ سب چیزیں ہیں وہاں غریب لوگ ہیں۔ ابھی جناب اسپیکر! پوسٹوں کی بات نہیں کررہاہوں یہاں جناب اسپیکر صاحب! پچھلے کمشنر صاحب نے پوسٹوں کا اناؤنس بھی کیا۔appoint بھی کئے ۔مَیں اُس کمشنر کا نام نہیں لینا چاہتا ہوں مَیں نے اُس سے کہا آپ خاران سے بندے لے لیں خاران نزدیک پڑتا ہے آپ پنجگور سے بندے لے لیں۔نزدیک پڑتے ہیں واشک کو آنا جانے کا۔ابھی مَیں کیا کہوں۔اُس نے اس رخشان سے ہو پنجگور سے ہواُس نے کسی اور جگہوں سے appointment کی ہے۔آج تک وہ بندے نہیں آرہے ہیں

جناب اسپیکر صاحب! ابھی آپ اندازہ لگائیں ابھی آپ بیٹھے ہیں ۔اس طرح appointment بھی کرتے ہیں بندوں کو نوکری بھی مل جاتی ہے اور وہ نمائندہ اُس کو مشورہ بھی دے رہا ہے کہ بھائی اس طرح نہیں کریں۔کیونکہ واشک جناب اسپیکر صاحب! backward علاقہ ہے۔وہاں بیٹھنا بہت دور کی بات ہے۔وہاں سہولت کوئی چیز نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب! تو ابھی منسٹر صاحب جو آرڈر ہوئے ہیں وہ سارے کمشنر سے رپورٹ لیکے اُن کو کینسل کر و وہ نہیں آرہے ہیں۔ابھی کم سے کم جی ایچ کیو ہسپتال میں یہ دو بندے ایک بندہ کیا کرسکتا ہے۔

جناب اسپیکر: جی منسٹر ہیلتھ صاحب۔

جناب بخت محمد کاکڑ (وزیر محکمہ صحت): سر! ایسا ہے Health Reforms Act 2025 کے تحت ہم نے تمام powers جو یہاں centralized تھیں اُن کو devolve کر دیئے ڈسٹرکٹس کو دے دیئے، ڈویژن کو دے دیئے۔گریڈ 1 to 15 جتنی بھی recruitments ہیں وہ ڈسٹرکٹ لیول پر ڈسٹرکٹ ہیلتھ کمیٹی کرتی ہے وہ خود advertise کرتی ہے خود test/interview لیتے ہیں اور خود ہی orders کرتے ہیں۔اور درمیان میں کوئی بھی پوسٹ خالی ہو جاتی ہے تو وہ اگر ایک پوسٹ ہو یا دو ہوں تا کہ کوئی سیٹ ہماری خالی نہ ہو پہلے یہ سیکرٹریٹ اپنا وہ ایک letter بھیجتے تھے پھر یہاں سے سمری جاتی تھی یہ approval میں سالوں چلتے تھے۔اب اِسی طرح ڈویژنل لیول پر BPS15 and above ہم نے ڈویژنل ہیلتھ کمیٹیز کو دے دی ہے جس میں DC چیئرمین ہے آپ کا ڈویژنل جو کمشنر ہے وہ چیئرمین ہے اور ڈویژنل ہیلتھ کا جو آپ کا نمائندہ ہے وہ ڈویژنل ہیلتھ کمیٹی ہے وہ overall recruitment کرتی ہے اور ہمیں صرف approval کے لیے بھیجتی ہے کہ اِن لوگوں کی selection ہوئی ہے آپ اِن کے orders یہاں سے verify کر کے ہم documents چیک کرتے ہیں واپس بھجواتے ہیں جہاں تک وہاں کے جو لوگ نہیں آتے ہیں اُن کو تنخواہ نہیں ملتی کیونکہ ابھی AI کے ذریعے اُن کی تنخواہ کٹتی ہے، یہ بات آپ کی بجا ہے کہ ہمیں مَیں اِس چیز کو دیکھ لوں گا کہ اگر وہاں قریب ڈاکٹر موجود ہے اُسی ڈسٹرکٹ میں یا adject ڈسٹرکٹ میں موجود ہے تو اُس کو preference ملنی چاہیے بجائے اِس کے کہ حب کو یا پنجگور کو یا پھر آپ کے خضدار کو جو وہاں سے travel نہیں کر سکتے یا وہاں واشک میں رہنے کی جگہ نہیں ہے اس کو مَیں چیک لوں گا اگر اِس طرح کی کوئی چیزیں ہوئی ہیں تو مجھے MPA صاحب نے بھی نہیں بتایا ہے اُس کو cancel کروا کر ڈویژنل کمشنر ز سے ہم دوبارہ کہیں گے کہ آپ اِس کی recruitment کروائیں کیونکہ اب اِس کا سر! overall ہیلتھ کی monitoring بھی ڈسٹرکٹ کے جو نمائندہ ہیں وہ اُس کی ذمہ داری ہوگی ڈسٹرکٹ میں جو بھی recruitment ہے procurement ہے وہاں کی monitoring ہے وہ ہم نے ڈسٹرکٹ کو ہی devolve کر دی ہے اب نمائندہ اگر وہاں خود وہ کر کے وہاں جو

مسئلے ہیں وہ پھر ہمارے ساتھ ہمارے بہت سے جو ہمارے colleagues ہیں وہ گا ہے بگا ہے مجھ سے جو بھی شکایات ہوتی ہیں وہ share کرتے ہیں با قاعدہ میں اُن کو بُلا کر اُن سے briefing لیتے ہیں جو مسائل ہیں اُن کی نشاندہی کرتے ہیں اور پھر اُن کو حل کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے، سیکرٹری ہیلتھ آئے ہوئے ہیں یا نہیں آئے ۔ چیک کریں ۔ یا اُن کا کوئی نمائندہ ہے سیکرٹری ہیلتھ کے behalf پر نہیں آئے ہیں ۔ سیکرٹری ہیلتھ کو first warning اسیکرٹری ہیلتھ کو آپ convey کریں۔

وزیر محکمہ صحت: سر! وہ اسلام آباد میں ایک loan negotiate کرنے کے لیے گئے ہیں۔

جناب اسپیکر: Sir on behalf of him any body, his second and third line جو بھی ہے وہ بھی آ سکتے ہیں وہاں اور اُن کو یہ ساری چیزیں سُننی چاہیے تھیں اور نوٹ کرنی چاہیے تھیں اور پھر question concerned جو ہے وہ اُس کو accordingly۔ anyway اُس کو kindly یہ convey کر دیجیئے گا۔ question No.199 disposed off زاہد علی ریکی صاحب سوال نمبر 200 دریافت فرمائیں۔

جناب زاہد علی ریکی: question No.200

☆200 میر زاہد علی ریکی، رُکن اسمبلی: <u>نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 24 جنوری 2025ء</u>

کیا وزیر صحت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، <u>23 ستمبر 2025ء کو موخر شدہ۔</u>

سول ہسپتال ضلع کوئٹہ میں کل کتنے میل وفیمیل ڈاکٹرز تعینات ہیں۔تعینات کردہ میل وفیمیل ڈاکٹرز کے نام مع ولدیت ،لوکل/ ڈومیسائل، تعلیمی قابلیت، شناختی کارڈ نمبر اور جائے تعیناتی کی بھی مکمل تفصیل دی جائے؟

وزیر صحت: جواب موصول ہونے کی تاریخ 17 اپریل 2025ء

اس ضمن میں تحریر ہے کہ سول ہسپتال کوئٹہ میں اس وقت میل فیمیل ڈاکٹرز کی کل تعداد (426) ہے ڈکٹروں کی تفصیل اسمبلی لائبریری میں **ملاحضہ فرمائیں۔**

وزیر محکمہ صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب زاہد علی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! اِس پر مَیں نے یہ question کیا تھا کہ سول ہسپتال ضلع کوئٹہ میں کل کتنے میل فیمل ڈاکٹرز تعینات ہیں۔تو جواب میں یہ تھا جناب اسپیکر صاحب میل فیمیل ڈاکٹرز کی کُل تعداد 426 ہے جناب اسپیکر صاحب! نام بھی ہیں سب چیز ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! مَیں منسٹر صاحب کے knowledge میں

لانا چاہتا ہوں یہ جو 426 سول ہسپتال میں میل فیمیل ہیں اِن میں بہت سے بندے ایسے ہیں یہاں نہیں ہیں کام نہیں کررہے ہیں، یعنی اگر 50 بھی سمجھیں 100 بھی سمجھیں۔

جناب اسپیکر: یعنی آپ کہتے ہیں ghost ڈاکٹرز ہیں؟

جناب زاہد علی ریکی: yes جناب اسپیکر صاحب! مجھے سول ہسپتال کے ایسے ذمہ دار بندوں نے کہا ہے کہ یہ بات MPA صاحب آپ اسمبلی میں اُٹھائیں کیونکہ گورنمنٹ salary دے رہی ہے اُس کا حق بنتا ہے وہ یہاں آکر اپنی ڈیوٹی کریں اپنی salary اُٹھائیں۔

جناب اسپیکر: اپنی تنخواہ لیں۔

جناب زاہد علی ریکی: تنخواہ لے لیں جناب اسپیکر صاحب! ابھی سول ہسپتال میں وہ پتہ نہیں کراچی میں ہے پنجاب میں ہے کدھر ہیں ابھی مَیں منسٹر صاحب سے یہ request کرنا چاہتا ہوں کہ مہربانی کرکے آپ چیک کریں جو جس پارٹی کا ہے جو جس category کا ہے سختی کریں ڈیوٹی نہیں کرتا اُس کو نکالیں جناب اسپیکر صاحب! کیا ضرورت ہے۔ سول ہسپتال ہے پورا آپ کو پتہ ہے ہر علاقے سے مریض آتے ہیں سول ہسپتال ،منسٹر صاحب! آپ کے knowledge میں لانا چاہتا ہوں۔ یہ question اِسی وجہ سے مَیں نے لایا تھا۔

وزیر محکمہ صحت: سر! اگر آنریبل ایم پی اے صاحب کے پاس اِس طرح کی کوئی information ہے as per our information کیونکہ اب یہ تمام جو HR کا ریکارڈ ہے وہ digitilize ہوگیا ہے۔

جناب اسپیکر: ہاں وہ بے شک فلور پر شیئر کریں ویسے آپ کے ساتھ directly share کرسکتے ہیں۔

وزیر محکمہ صحت: ہاں میرے ساتھ اگر اس طرح کے کوئی نام ہیں جو یہاں نہیں ہیں کوئٹہ میں اور وہ ڈیوٹی دے رہے ہوں یا اُن کو تنخواہ مل رہی ہے kindly میرے ساتھ شیئر کردیں مَیں اُن کے خلاف ایکشن لے لوں گا۔

میر زاہد علی ریکی: منسٹر صاحب! جو بھی ہیں کیونکہ وہ ایسے بندے ہیں جو ہمیں بتاتے ہیں وہ پھر بعد میں کہتے ہیں اُن کے بھی problems ہوجاتے ہیں۔ منسٹر صاحب آپ اپنے MS سول ہسپتال کا آپ اُس کو بتادیں کہ بھئی مجھے لسٹ لاکر دکھادیں کہ کون آرہا ہے کون نہیں آرہا ہے۔ 426 میں سے کس نے ڈیوٹی کی ہے کس نے نہیں کی ہے کون حاضر ہے کون غیرحاضر ہے۔

جناب اسپیکر: منسٹر صاحب! آپ یہ تھوڑی سی چیز جو ہے۔۔۔

میر زاہد علی ریکی: یہ جو بندے ہمیں بتارہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں حاجی صاحب ہم ملازم ہیں ہمارا نام نہیں آجائے۔

جناب اسپیکر: ایک اور question یہ بنتا ہے کہ منسٹر صاحب! اگر آپ اِن سے یہ کہیں کہ آپ کے ریکارڈ کے

مطابق آپ کے جو 426 ڈاکٹرز ہیں وہ سارے ڈیوٹی بھی دے رہے ہیں اور روزانہ کی بنیاد پر اُن کی حاضری بھی لگتی ہے۔

وزیر محکمہ صحت: سر! اُن کی attendence al attendence لگتی ہے باقاعدہ app کے ذریعے timing اُس کی بتائی جاتی ہے اِس طرح کے اگر کوئی نام ہیں وہ مجھے بتا دیں۔تو MS کے پاس نہیں ہمارے پاس dashboard ہے اُس کے پاس بھی وہی dashboard۔ہم بتا سکتے ہیں کس کس ڈاکٹر نے، کس وقت وہ آئے ہیں اور کس وقت چلے گئے۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔میرے خیال میں اِس کو disposed off کرتے ہیں پھر آپ کے پاس اگر کوئی ایسے نام آتے ہیں تو بیشک آپ منسٹر صاحب کے ساتھ share کر دیں۔سوال نمبر disposed off, 200 زاہد علی ریکی! آپ اپنا سوال نمبر 203 دریافت فرمائیں۔

جناب زاہد علی ریکی: یہ میرے دوست لوگ وغیرہ کہتے ہیں آپ کتنے سوال لائے ہیں۔ان دونوں سوالوں سے مَیں مطمئن ہوں جناب۔یہ question No. 203 and 205۔

☆**203 میر زاہد علی ریکی، رُکن اسمبلی:** نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 24 جنوری 2025ء

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، 23 ستمبر 2025ء کو موخر شدہ۔

سال 25-2024ء کے دوران سول ہسپتال کوئٹہ کیلئے محکمہ صحت نے ادویات اور جراحی آلات خریدنے کیلئے کل کسقدر رقم جاری کئے ہیں، کی مکمل تفصیل دی جائے؟

وزیر صحت: جواب موصول ہونے کی تاریخ 17 اپریل 2025ء۔

اس ضمن میں تحریر ہے کہ محکمہ صحت نے سال 25-2024ء کے دوران سول ہسپتال کوئٹہ کے لئے ادویات کی مد میں چالیس کروڑ اسی لاکھ (40,80,00,000) اور جراحی آلات خریدنے کی مد میں ترانوے کروڑ بتیس لاکھ انتیس ہزار روپے (93,32,29,000) جاری کئے تھے کی تفصیل آخر پر منسلک ہے۔

☆**205 میر زاہد علی ریکی، رُکن اسمبلی:** نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 24 جنوری 2025ء

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، 23 ستمبر 2025 کو موخر شدہ۔

سال 25-2024ء کے دوران مفتی محمود ہسپتال کچلاک کوئٹہ کیلئے محکمہ صحت نے ادویات اور جراحی آلات خریدنے کیلئے کل کسقدر رقم جاری کئے ہیں کی مکمل تفصیل دی جائے؟

وزیر صحت: جواب موصول ہونے کی تاریخ 17 اپریل 2025ء۔

اس ضمن میں تحریر ہے کہ ادویات کی مد میں ٹوٹل کوٹہ 2 کروڑ 5 لاکھ ہے پہلے نصف سال کے لئے ادویات کی مد میں ایک کروڑ دس لاکھ کا آرڈر دیا گیا جبکہ سامان خریدنے کی فہرست ضرورت کے مطابق تیار کی گئی ہے جس کی خریداری کے لئے درخواست کی گئی ہے۔

جناب اسپیکر: ok، 203 and question No.205 are disposed off۔

جناب اسپیکر: **توجہ دلاؤ نوٹس۔**

مولانا ہدایت الرحمٰن صاحب! آپ اپنے توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: وزیر برائے محکمہ صحت کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی جانب مبذول کروائیں گے کہ مالی سال کا بیشتر حصہ گزر چکا ہے مگر تا حال رواں مالی سال کی ادویات صوبے کے سرکاری ہسپتالوں کو فراہم نہیں کی جاسکی ہیں۔ جس کی بنا غریب مریضوں کو شدید مشکلات اور پریشانی کا سامنا ہے۔ لہٰذا اب تک ادویات نہ پہنچنے کی کیا وجوہات ہیں تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر محکمہ صحت: جناب اسپیکر! جہاں تک مولانا صاحب کا توجہ دلاؤ نوٹس ہے ہمارے پاس 2025-26ء کا جو بھی بجٹ ہے اُس کے مطابق تمام میڈیسن کی purchase ہو چکی ہے اور quarterly basis پر تمام ڈسٹرکٹس کو جارہی ہے ہمارے پاس تین categories ہیں BHUs ہیں، BHUs کو ہر quarter ہم تین مہینوں کی میڈیسن ڈسٹرکٹس کو بھیجتے ہیں اور وہاں اُن کے main source سے ہر ماہ ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ کی دوائی وہ ہر BHU کو provide کی جاتی ہے جس کا ریکارڈ ہمیں دیا جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ RHCs ہیں جو DHO کا فنڈ ہے اُس کا overall ہمارے پاس کچھ RHCs ایسے ہیں جن کے اپنے dedicated codes ہیں اور کچھ کے dedicated codes نہیں ہیں تو اُن سب RHCs میں الحمد للہ اس سال میں ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ بالکل تمام میڈیسن stock out ہوئی ہوں۔ کوئی میڈیسن stock out ہوسکتی ہیں اُس کے لیے 10% اگر کسی ہسپتال کا 5 کروڑ روپے کا بجٹ ہے تو پچاس لاکھ روپے 10% وہ بنتے ہیں تو Local Purchase اگر کوئی دوائی emergency میں stockout ہو جاتی ہے تو اُس کو آپ through local purchase خرید سکتے ہیں تاکہ کسی کو اس طرح کی کوئی پریشانی نہیں ہو۔ ان چیزوں میں ظاہر بات ہے governance کو ہم بہتر وہاں بھی ہم اِن چیزوں کو digitalize کر رہے ہیں تاکہ ہمیں پتہ چلے وہ اِس سال جون 2026ء تک ہمارا جو digitalization کا پورا process بلوچستان میں مکمل ہو جائے گا پھر ہم اِس قابل ہوں گے کہ مولانا صاحب کے موبائل پر خود کو یہ پتہ ہوگا کہ میرے ڈسٹرکٹ کا کتنا بجٹ ہے کس DHQ کا کتنا بجٹ ہے باقی BHUs کا کتنا بجٹ

ہے اور اب تک کتنا utilize ہو چکا ہے stock کتنا موجود ہے stockout کون سی میڈیسن ہے LP کے کتنے پیسے خرچ ہوئے ہیں کتنے نہیں ہوئے اُس پر کام جاری ہے بہت حد تک کام ہو گیا ہے اور وہی جو last بجٹ تھا ہمارے اِس سال جو بجٹ ہے میڈیسن کا اُس میں کوئی بھی increase نہیں کیا گیا لیکن ہم نے اُس کو بہتر کر دیا ہے ہمارے پاس اِس وقت بھی جتنے بھی ہمارے warehouses ہیں وہ بھرے ہوئے ہیں میڈیسن سے اور ہم نے میڈیسن کو چلانا ہے آنے والے جولائی سے ستمبر تک۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے جب جون میں بجٹ release ہوتا تھا تو جون میں آپ procurement start کرتے تھے اُس میں ایک مہینہ لگتا تھا اور پھر جب آپ order issue کرتے تھے دو مہینے جو یہ لوکل یہاں میڈیسن availible ہیں وہ آپ کو 45 دن میں میڈیسن provide کرتے ہیں اور جو ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں وہ 60 دن میں provide کرتی ہیں تو یہ آپ کے تین مہینے میں ہو جاتے ہیں اور پھر ہم جو سپلائی کرتے ہیں ڈسٹرکٹس میں اِس میں دو مہینے لگتے ہیں تو it takes five months جو پورا cycle ہے یہ complete ہونے کا۔ تو ہم نے یہ کیا ہے کہ ابھی سے ہم نے مارچ میں ہم اِس کی advertisement کریں گے جون سے پہلے سارا process مکمل ہوگا۔ جولائی میں جیسے ہی بجٹ آئے گا ہم order place کریں گے تو اگست ستمبر میں ہمارے پاس medicine ہوں گی۔ تو اِن medicine کو جو مولانا صاحب کے ہیں کہ ابھی تک ہسپتالوں میں medicines کی کوئی بھی کمی نہیں ہے ہم اگر پورے سال کا ایک ساتھ دیں ایک تو وہاں warehouses available نہیں ہے اُس پر ہم میڈیسن پورا نہیں رکھ سکتے ہیں پھر اِن warehouses کو ہم اِس مرتبہ اُن کی میڈیسن کی efficacy کو بہتر کرنے کے لیے وہاں temperature وہ اُس level کا نہیں ہوتا ہے تو اِس کے لیے ہم نے بجٹ رکھا ہے اِس سال تاکہ جو ہمارے summer zone کے علاقے ہیں جہاں بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے وہاں ہم ACs اور سولر لگا کے پھر اگر ہم زیادہ بھی 2 کوارٹر کی ایک ساتھ میڈیسن provide کریں تو وہاں مسئلہ نہیں ہوگا۔ Thank you

جناب اسپیکر: میرا خیال میں majority districts میں اِس وقت medicines کی availability کافی بہتر ہے پچھلے سال کی بہ نسبت۔ جی مولانا صاحب۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: دیکھیں یہ منسٹر صاحب اور صوبائی حکومت کی health کے حوالے سے جو محنت وکوشش ہے سب اپنی جگہ، یہ بات دُرست ہے اِس کو مان لیں میڈیسن غریبوں کو نہیں مل رہی ہے۔ یعنی بات مان لیں، بات ماننا تب ہی یہ تو کہتا ہوں جب آپ کسی چیز پر آپ نہیں دیکھیں گے اتنا بڑا اسسٹم بنایا ہے بیوروکریسی کا، بیوروکریسی پر اتنا بڑا سسٹم ہم نے بنایا ہے پورا محکمہ، جتنی بیوروکریسی سیکرٹری سے لے کر نیچے DHO تک میں آپ کو بتاؤں میرا RHC

جیونی، RHC جیونی کے پورے سال کی میڈیسن کا بجٹ ہے 21 لاکھ، ابھی ملے ہیں صرف ایک لاکھ کا ابھی بجٹ کو کتنے مہینے گزر رہے ہیں؟

جناب اسپیکر: almost

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: جو آدمی بیمار ہوتا ہے وہ آپ کا بجٹ دیکھتا ہے کہ مجھے جولائی میں بیمار ہونا ہے؟ ہم اپنا سسٹم تو بنالیں بجٹ جون میں پیش کرتے ہیں دوائی آپ چھ مہینے بعد دیتے ہیں؟ دوائی آپ آٹھ مہینے بعد دیتے ہیں؟ یہ کوئی سسٹم کوئی نظام ہے؟ کیا اِس کو نظام کہتے ہیں؟

جناب اسپیکر: نہیں مولوی صاحب اگر کچھ BHUs یا RHCs اِس طرح ہے جسکی آپ نشاندہی کر رہے ہیں۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: نہیں نشاندہی نہیں یہ میں اپنے ضلع کا کہہ رہا ہوں۔ 25-2024ء کا پچھلے سال کا 100، 20% فیصد کمپنیوں کو ادائیگی ہوئی ہے 100 فیصد دوائیاں کوئٹہ میں بھی آئی ہیں 20% دوائی پچھلے سال کی بھی میرے RHCs ہسپتال کو نہیں پہنچی ہیں۔ میں اِس سال کا کہہ رہا ہوں 26-2025ء کا ابھی فروری چل رہا ہے جون میں بجٹ پیش ہوا ہے تین مہینے بعد پھر بجٹ ہے مجھے 21 لاکھ میں میرے ایک RHC کو 21 لاکھ میں صرف ایک لاکھ کی دوائی ملی ہے۔ یہ ہے نظام؟ یہ اچھا نظام ہے؟ یہ بہترین نظام ہے؟ آپ AI کے ذریعے ڈاکٹر کو پابند کریں کہ حاضر ہو جائیں ملازمین حاضر ہو جائیں وہ کیا ہتھوڑے مریضوں کے سر پر ماریں گے؟ دوائی ہے نہیں۔

جناب اسپیکر: مولوی صاحب! اپنے ڈسٹرکٹ کی بات کر رہے ہیں یا کوئٹہ کیلئے؟

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: یہ ویسے جائزہ لے لیں پوری دوائی کا نظام بہت خراب ہے یہ وہاں سے کمپنیاں بھیجتی ہیں کمپنیاں کراچی سے پتہ نہیں کہاں سے جو میڈیسن کی کمپنیاں ہیں اُنکو پہلے ادائیگی ہو جاتی ہے تو تین مہینے کمپنیوں کو لگ جاتے ہیں پھر یہاں پورے بلوچستان کی دوائیاں پہلے کوئٹہ آتی ہیں پھر تین مہینے کوئٹہ میں لگتے ہیں پتہ نہیں verification وغیرہ کیا کیا کرتے ہیں یہاں لگ جاتے ہیں پھر ٹرکوں پر لاد لاد کر کے علاقوں میں بھیجتے ہیں جب علاقوں میں پہنچتے ہیں آٹھ مہینے گزر جاتے ہیں۔

جناب اسپیکر: تو آپ چاہتے ہیں کہ گوادر کی میڈیسن؟

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: یہ نظام اچھا نہیں ہے یہ آپ خوامخواہ کیوں کہتے ہیں منسٹر صاحب آپ کی محنت اپنی جگہ آپ کے سیکرٹری کی محنت اپنی جگہ سب اپنی جگہ میں محنت کا اعتراف کرتا ہوں لیکن میرے مریض کو ہاسپٹل میں دوائی نہیں مل رہی ہے۔

جناب اسپیکر: منسٹر صاحب پلیز اس بات کو address کریں۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: منسٹر صاحب ایک بات کہہ رہا ہوں یہ جو BHUs ہیں جو PPHI کی نیم گورنمنٹ اُن کے BHUs کو دوائی مل رہی ہیں اُن کا میں نہیں کہہ رہا BHUs جتنے ہیں BHUs کو کوارٹرلی دوائیاں مل رہی ہیں RHCs جتنے ہیں سول ہاسپٹل جتنے ہیں ٹیچنگ ہاسپٹل جتنے ہیں اُن کو پورے سال آخری بجٹ کے ٹائم یہ کرپشن نہیں ہے؟ یہ بھی کرپشن ہے سی ایم صاحب آپ بھی سن لیں یہ بھی کرپشن ہے کوئی سیکرٹری کوئی محکمہ آخری سال پیسوں کو خرچ کرنے کی خاطر۔۔۔

جناب اسپیکر: مولوی صاحب! آپ کیا چاہتے ہیں؟

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: میری بات سنیں۔میری بات سُنیں ناں۔میں کہہ رہاں ہوں یہ بھی کرپشن ہے۔

جناب اسپیکر: آپ چاہتے ہیں کہ ہم اُس کا ریکارڈ منگوا لیتے ہیں؟ ریکارڈ منگوا لیتے ہیں کہ اِس سال اُن کو کتنی میڈیسنز ملی ہیں اور اگر نہیں ملی۔۔۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: نہیں میں تو سنوں گا یہ میں اِس کو بھی کرپشن کے اندر، یہ بیوروکریسی کیوں ایسا کرتی ہے پتہ ہے؟ کیوں کرتی ہے؟ ہم لوگ گالیاں کھاتے ہیں بیوروکریسی کا جو نظام بنا ہے 600 ارب روپے ہم بلوچستان میں خرچ کرتے غریب صوبہ صرف بیوروکریسی پر۔میرے 2 ارب روپے کی دوائی نہیں پہنچ پاتی کتنی بڑی بلڈنگ ہے اِن کے پاس ہیں ہمارے جو MPAs ہیں ہم اتنے MPAs ہیں ہمارے MPAs کے پاس گاڑیاں کتنی ہیں اور بیوروکریٹس کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں؟ یہ اتنا بڑا نظام ہم نے بنایا پھر بھی منسٹر صاحبان دلائل دیتے ہیں۔آپ کا نظام صحیح نہیں ہے یہ ہیلتھ کی جو میڈیسن ہے، سی ایم صاحب کہتے ہیں 100 فیصد ہم خرچ کریں گے سی ایم صاحب سن لیں کہ ہم 100 فیصد اپنا بجٹ خرچ کریں گے مئی کے مہینے میں جون سے ویسے رات کے 12 جب بجٹ ہوتا ہے اسپیکر صاحب! رات کے 12 بجے بھی نیشنل بینک کھلی ہوتی ہے کیوں کھلی ہوتی ہے؟ یہ بھی کرپشن ہے رات کے 12 بجے نیشنل بینک کا کھلنا یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی بیوروکریسی کا نظام ناکام ہو چکا ہے اس لیے رات 12 بجے کھول دیتے ہیں وہ پیسوں کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں جعلی بل بناتے ہیں جعلی طریقے سے پیسوں کو بینکوں سے نکالتے ہیں یہ کرپشن ہے یہ بھی کرپشن ہے تو اِس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ یہ جو نظام ہے میرے جو RHCs پسنی اسی طرح RHCs اور ماڑا اِسی طرح civil hospital گوادر اِسی طرح DHQ کے نظام وہ اِسی طرح، میرے 21 لاکھ کی دوائی ایک لاکھ روپے، آٹھ، نو مہینے گزرنے کے باوجود مجھے ایک لاکھ روپے کی دوائی ملی ہے آپ کہتے ہیں یہ نظام بہت بہترین سسٹم ہے۔۔۔

جناب اسپیکر: مولوی صاحب آپ اِس طرح کریں مہربانی میں آپ کو ایک suggestion دیتا ہوں جتنے بھی آپ کے BHUs ہیں RHCs ہیں یا آپ کے DHQ Hospitals ہیں جن کو میڈیسن نہیں مل رہی ہے آپ اُن

کی ایک لسٹ بنائیں منسٹر صاحب کو تھما دیں اُن کا ریکارڈ آپ چاہتے ہیں تو اُن کو اسمبلی فلور پر بھی وہ بھی منگوا لیتے ہیں کہ واقعی اِنکو میڈیسن ملی ہے یا نہیں۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: منسٹر صاحب سے پوچھ لیں۔

جناب اسپیکر: کچھ ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ آپ کے DHO, آپ کا MS اور اپکے جو appointed لوگ ہیں اُن کی بھی غفلت ہوسکتی ہیں۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: اچھا دوسرا، دوسرا یہ کہ دوائیاں کیسے ملتی ہیں؟ جو میری او پی ڈی ہے یہ نظام بھی منسٹر صاحب صحیح کہہ رہے ہیں جو او پی ڈی ہوتی ہے مریضوں کی 400 ,300 او پی ڈی ہوتی ہے، گوادر میں مریضوں کو کیا ضرورت ہے؟ جو واشک کے جو خاران جو موسی خیل کے مریضوں کو ضرورت ہے میرے گوادر کو شاید ضرورت نہ ہو کچھ ایسی چیزیں ہیں جو آسمان تک لگی ہوتی ہیں جو جس میں ہم خرچہ کرتے ہیں جو مجھے ضرورت ہے وہ میڈیسن نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: منسٹر صاحب ذرا بتائیں۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: میرے مریض کو ضرورت ہے وہ میڈیسن نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: let the minister reply please، منسٹر صاحب ذرا بتائیں۔

وزیر محکمہ صحت: سر! مولانا صاحب کو مَیں یہ بتا تا چلوں کہ یہ جن چیزوں کی طرف بات کر رہے ہیں medicine order generate ہوتا ہے ڈسٹرکٹ سے میں نہیں دیتا گواہی۔ بیوروکریسی نہیں دیتی MSD نہیں دیتا order generate ہوتا ہے اُس ڈسٹرکٹ سے وہاں کے DHO صاحب وہاں کے جو pharmacist ہیں وہ بیٹھ کے کہ ہمیں یہ دوائی ہمارا اتنا بجٹ ہے یہ یہ دوائیاں اِس لسٹ میں سے اتنی مقدار میں چاہئیں اب وہ آپ کے DHO صاحب نے جو demand کی ہم نے تو وہی بھیجنی ہے ہم اگر اُس سے الگ بھیجیں گے تو آپ کے DHO کہیں گے کہ میری تو یہ ڈیمانڈ نہیں ہے آپ نے وہ میڈیسن مجھے نہیں بھیجی ہے۔ مَیں نے کوئی ایک مہینہ پہلے گوادر کا visit کیا اور وہاں DHQ hospital کو رات تقریباً کوئی 9,10 بجے میں نے visit کیا وہاں پر ampoule for medicine حالانکہ یہ حالات خراب تھے اس وجہ سے گوادر تربت اور پنجگور کو میڈیسن نہیں ملی تھی یہ جو ہمارے north کے ڈسٹرکٹ ہیں اُن سب کو میڈیسن مل گئی تھی۔ پھر بھی وہاں اتنی زیادہ میڈیسن available تھی اُس کو صحیح طریقے سے رکھا نہیں کیا تھا اُن کی مینجمنٹ صحیح طریقے سے نہیں تھی۔ اُس کو صحیح طریقے سے نہیں رکھا گیا تھا اُن کی management صحیح طریقے سے نہیں تھی وہاں پہ دو pharmacist دونوں کو میں نے اسی رات کو فارغ کر کے اور دو pharmacist لائے۔ دیکھیں نظام تو ہم سارے مل کر ٹھیک کریں گے جہاں تک بات medicine

کی ہے اس کی پوری ایک سائنس ہے آپ اس سے ہٹ کے یہ نہیں ہے کہ میں جاؤں میڈیکل سے دوائی خریدوں۔ گوادر بھیج دوں ایک طریقہ کار ہے میں نے اُس بیڈنگ کے ذریعے کمپنیاں آتی ہیں biding process ہوتا ہے اس کے بعد جو میڈیسن آتی ہیں اُس کا باقاعدہ ٹیسٹ ہوتا ہے ان تمام میڈیسن کی جب تک ان کا ٹیسٹ نہیں ہوگا ہم ڈسٹرکٹ میں بھیج نہیں سکتے اس مرتبہ ہماری میڈیسن خراب آئی۔ ہمیں دوبارہ تمام ڈسٹرکٹ سے collect کرنی پڑی۔ ڈی ٹی ایل جب تک ٹیسٹ نہیں کرے گا اُس میں time consuming ہے تو وہ process ہم اسی لیے کہ مارچ سے میں نے کہا کہ ہم شروع کر رہے ہیں کہ مارچ میں ہم نے لسٹ بنائی ہے تمام ڈاکٹرز کے ساتھ بیٹھ کے consultancies کر کے تاکہ یہ جو process ہے پہلے ہو اور مئی جون میں ہمارے پاس جیسے ہی جون میں بجٹ release ہو ہم اس قابل ہوں کہ دو مہینے کے اندر تمام ڈسٹرکٹ کو quarterly basis medicine provide کر سکیں room was not built in one day اور نہ ہی چیزیں اتنی جلدی مولانا صاحب ٹھیک نہیں ہوتی ہیں ڈی ایچ او وہاں پہ ہے ڈی ایچ او کو آپ نے Sunsetize کرنا پڑے گا- ان سے پوچھ کچھ بار بار کریں ڈی ایچ او سے ہم بھی پوچھتے ہیں ہمارے پاس بھی جہاں تک ایک لاکھ روپے کی میڈیسن ہے- میں کل پوری لسٹ آپ کے ساتھ شیئر کرتا ہوں ایسا کوئی بھی آر ایچ سی نہیں جس کو ایک لاکھ روپے کی میڈیسن ملی ہو۔ آپ کے جتنے بھی BHUs ہیں جتنے RHCs ہیں even کچھ جگہوں پہ ہم نے ایمرجنسی میں زیادہ بجٹ میڈیسن بھیجی ہے جہاں پہ بھی ضرورت پڑی ہے وہ ہم نے provide کی ہے تو یہ نہیں ہے کہ ہم کیوں جون میں پوری میڈیسن دیں یا اگر ایک ساتھ ہم میڈیسن دیتے ہیں آیا کیا وہ پورے سال پھر اسی طریقے سے چلتا رہے گا وہ تو drain کر دیتے ہیں تین مہینے بعد میڈیسن ختم ہو رہی ہے ہم پھر چیخ رہے ہوتے ہیں کہ ہسپتال میں بالکل دوائی نہیں مل رہی اب الحمدللہ وہ والی situation نہیں ہے کہ ہسپتال میں کوئی بھی دوائی نہیں ہے اب بہت سے لوگ اس چیز سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بھئی اگر میں او پی ڈی میں جاؤں تو او پی ڈی میں بھی مجھے پوری دوائی ملے۔ او پی ڈی میں ڈاکٹر لکھ کے دیتے ہیں کہ بھائی ایک مہینے آپ نے یہ گولیاں کھانی ہے اب ایک مہینے کی اگر روزانہ تین سو۔ او پی ڈی ہے ڈی ایچ کیو کی روزانہ 300 مریضوں کو آپ دوائی دیں گے تو آپ کا جو یہ بجٹ اگر آپ 10 گنا زیادہ کریں بھی تو سارے لوگوں کو او پی ڈی میں وہ میڈیسن نہیں دی جا سکتی تو آپ اپنے resources کو دیکھتے ہوئے ان indoor patients کو ہم prefer کر رہے ہیں کہ کوئی بھی admitted patient ہو اس کا ایک روپے کا بھی خرچہ نہیں آئے ایک patient پہ 11-12 ہزار تک expense آتا ہے اور outdoor patient اس میں drug collector بھی بہت زیادہ آتے ہیں جب تک یہ system digitals نہیں ہوتا drug collectors کا identification نہیں ہوتی تب تک ہم

اسی طرح کرتے رہیں گے کہ outdoor patients کے لیے میڈیسن اتنی زیادہ ہم نہیں دے سکیں گے۔ اس وقت پالیسی یہی ہے باقی میں کل مولانا صاحب کے ساتھ خود بیٹھ جاتا ہوں اور ایم ایس ڈی کی جو ٹیم ہے اُن کو بلائیں گے اُن کو resolve کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: RHCs ہیں یا BHUs ہیں چیک کریں سردار صاحب آپ اسی موضوع پر نہیں اس میں تو توجہ دلاؤ نوٹس ہے صرف mover اور جو concern minister ہیں وہ بولیں گے آپ کو as for rules اجازت نہیں ہے لیکن اگر آپ اس کے علاوہ بولنا چاہتے ہیں تو آپ کو موقع دیں گے پھر جی مولوی صاحب آپ satisfy ہیں منسٹر صاحب کہتے ہیں کہ ساتھ بیٹھ جاتا ہوں.

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: بیٹھوں گا آخر یہ ہے کہ میری سی ایم صاحب سے گزارش ہے جو میڈیسن ہے اس پہ کم سے کم ٹیکس فری تو کر دیں کینولا نہیں ہے 10 روپے کا کینولا بازار سے میں خریدتا ہوں 200 روپے کا ہے تو مجھے آپ ایک کروڑ روپے دیتے ہیں تو میں یہ اتنے 150,200 روپے کو ایک کینولا غریب کا یہ 200 روپے میں یا 80 روپے میں پڑتا ہے مجھے 85 روپے میں پڑتا ہے تو اتنی زیادہ گورنمنٹ کی کچھ ایسی چیزیں ہیں۔

جناب اسپیکر: مولوی صاحب میڈیسن آپ نے کہا ہے جو آپ کے ڈی ایچ او demand کرے گا۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: نہیں وہ تو پھر میں بٹھا ہوں گا لیکن یہ کچھ گورنمنٹ کی جو ہمارے پہلے پیسے کہاں لے جاتے ہیں پتہ ہے آپ کو یہ جو 200 روپے کا کینولا خریدتے ہیں یہ پیسے کون لے جاتا ہے۔

جناب اسپیکر: آپ بتائیں؟

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: آپ تو مجھ سے زیادہ سینئر ہیں دو دفعہ کوئی بیٹھا ہے کون لے جاتا ہے۔

جناب اسپیکر: آپ خود بولیں مجھ سے کیوں بُلوانا چاہتے ہیں۔

مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ: میں یہ خود discuss کر رہا ہوں یہ 200 روپے کینولا پر جاتا ہے پڑے 150 پر انہی کی جیب میں ہو جاتا ہے جو بنگلے چلاتے ہیں جو جس کو 600 سو ارب روپے ہم دیتے ہیں بلوچستان 600 ارب جس کو ہم دیتے ہیں پھر انہی کی جیبوں میں جاتے ہیں غریب کی قسمت میں وہی 50 روپے تو ہم یہ اس کو ٹیکس فری کر دیں تاکہ میری میڈیسن کی چیزیں کم سے کم سستی لوگوں کو ملے۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہو گیا مولوی صاحب ٹھیک ہے منسٹر صاحب آپ kindly address کیجیے گا تقریباً جو بھی اس کے ایشوز ہیں ہو سکتے ہیں سردار صاحب آپ بتائیں۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتران (وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ): شکریہ جناب اسپیکر صاحب! اس میں ایک تو میری

تھی حالانکہ قانونی میں نہیں بات کرسکتا اس پہ ان کی جتنی بھی ڈسٹرکٹ کی ڈیمانڈ ہے اور جتنی suggestion ڈسٹرکٹ کو سپلائی کی گئی جیسے آپ نے فرمایا تو اس کی ڈیٹیل اگر ہاؤس میں آجائے تو ہر ممبر مطمئن ہو۔

جناب اسپیکر: black and white ہوجائے گا۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: سر! ساتھ ساتھ میں privilege لوں گا منسٹر ہیلتھ بارکھان میں دو تین سینٹر ہم چلا رہے ہیں میں چلا رہا ہوں ایک تو تھیلیسیمیا کا سینٹر ہے وہ ہم چلا رہے ہیں ان کے جو employees ہیں ان کو بھی میں اپنی جیب سے تنخواہیں دے رہا ہوں اسی طریقے سے بلڈ بینک ہے اور ڈلائسز ہیں تو even جو ہاسپٹل میں generator وغیرہ ہے وہ بھی میں نے اپنی جیب سے منگواکے اور اس کی جو expenditure ہے ڈیزل وغیرہ تو میں نے منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اگر ان کو take over کرلیں ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو تو میرا بوجھ ہلکا ہوجائے گا میں کسی اور طرف پھر فلائی کام میں نکل جاؤں گا جیسے ایجوکیشن میں recordation basis پہ گرلز کالج چلا رہا ہوں وہ بھی میں وہ employee نہیں ہے remunerations basis پہ اوستانی ہیں ہم نے بھرتی کی ہیں 1614 ہیں ان کو بھی میں pay کر رہا ہوں اس کی بس fuel وغیرہ تو میں منسٹر صاحب گزارش کروں گا کہ تھیلیسیمیا سینٹر ہے بلڈ بینک ابھی ایک بارکھان میں تھا ابھی ہم نے رکنی میں بھی کھولا ہے اور ڈائلسز ابھی پچھلے دنوں ہم نے بچے بھیجے ادھر کوئی ان کا نیا سینٹر بڑا فعال سینٹر کھلا ہے اس میں بھیجے ہیں تو وہ بھی میں نے بس بھی اپنے طور پہ اس کے اخراجات بھی آنے جانے کے تو تھوڑی سی میری گزارش ہوگی منسٹر صاحب سے thank you

جناب اسپیکر: ok thank you very much رخصت کی درخواستیں۔

سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب طاہر شاہ کاکڑ (سیکرٹری اسمبلی) میر محمد صادق سنجرانی صاحب، میر اسداللہ بلوچ صاحب اور میر جانزیب مینگل صاحب نے آج تا اختتام اجلاس سے حاجی نور محمد دمڑ صاحب ملک محمد نعیم بازئی صاحب اور محترمہ صفیہ بی بی صاحبہ نے آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواستیں منظور کی جائیں؟

جناب اسپیکر: رخصت کی درخواستیں منظور ہوئیں۔

جناب اسپیکر: جناب اصغر علی ترین صاحب آپ اپنی قرارداد نمبر **75** پیش کریں۔

جناب اصغر علی ترین: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! قرارداد پیش کرنے سے پہلے میں آپ کی اجازت سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر: قرارداد پیش کریں اس پر بعد میں بات کریں۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! جب یہ چل رہا تھا in between آپ نے ہمارے محترم سردار صاحب ہمارے بڑے ہیں ان کو اجازت دی تھی تو کارروائی کے دوران ہمیں بھی بولنے کی اجازت دے دیں۔

جناب اسپیکر: ہیلتھ کے بارے میں issue چل رہا تھا انہوں نے special request کی کہ میں اس پر۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! وہ کارروائی کے دوران نہیں تھا اگر کوئی بات نہیں کروائی کے بعد میں آپ دے دینا لیکن in between اگر ہم کھڑے ہوتے ہیں شاید۔۔۔

جناب اسپیکر: بولیں بولیں۔

جناب اصغر علی ترین: اسپیکر صاحب! چند دن پہلے ایک ہمارے سابق صوبائی وزیر اور سابق صوبائی ممبر نے ایک پریس کانفرنس کی جس میں انہوں نے چیف سیکرٹری بلوچستان شکیل قادر صاحب کے بارے میں بڑے نازیبا الفاظ استعمال کیے ایک تو ہم اس کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے مسئلہ جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان میں بہت چیف سیکرٹریز آئے ہیں انہوں نے یہاں خدمات سرانجام دی میں میں غالبا آٹھ دن تک شکیل قادر صاحب کے آفس میں نہیں گیا لیکن جتنا شریف النفس انسان جتنی بلوچستان کی ڈیولپمنٹ میں بلوچستان کی ترقی میں یہ بندہ محنت کر رہا ہے شاید سابقہ چیف سیکرٹریز کی میں ان کا شمار شاید ان میں نہ ہو جناب اسپیکر! ہمارے بھی کچھ کام نہیں ہوتے ہم بھی جاتے ہیں چیف سیکرٹری، سی ایم صاحب اور وزراء کے پاس جاتے ہیں کہ ہم ایک بندے کو ٹارگٹ کریں اور وہ بھی جو (کے پی کے) سے آج آیا ہے اور کل چلا جائے گا تو وہ وہاں جا کے کیا کہے گا کہ ہمیں وزراء اور ممبر صوبائی اسمبلی کے اس الفاظ سے پکارتے رہے اور کس الفاظ سے یاد کرتے رہے جبکہ ہم اپنی خدمات وہ بلوچستان کے سپرد کر رہے ہیں اور یہاں جو ماحول چل رہا ہے حالات چل رہے ہیں ان حالات میں ڈیولپمنٹ کو چلانا امن وامان کو ساتھ لے کے چلنا اور نوجوانوں کو روزگار دینا یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن ان کی خدمات کو ہم پیش کرتے ہیں اور ریکوئسٹ ہے پاکستان پیپلز پارٹی کی یہاں سینئر رہنما بیٹھے ہوئے ہیں بزرگ سفید ریش بیٹھے ہوئے ہیں ان سے ریکوئسٹ ہے کہ کم ازکم اپنے اس ممبر کو سمجھائیں اور سیاست کے کچھ رولز ہوتے ہیں ایک دوسرے کا خیال رکھنا پڑتا ہے سیاست میں اس طرح کے الفاظ کی شاید گنجائش نہ ہو تو یقیناً میں ان کی اس پریس کانفرنس کی اپنی طرف سے اپنے ساتھیوں کی طرف سے مذمت کرتا ہوں اب میں آتا ہوں اسپیکر صاحب۔

قرارداد نمبر 75۔ ہرگاہ کہ صوبہ بلوچستان جو رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا اور وسائل سے مالا مال صوبہ ہے لیکن مسائل کی وجہ سے متاثرہ اور پسماندہ صوبہ ہے۔ علاوہ ازیں، 44% کل رقبے کا حل صرف جنگ نہیں بلکہ اس کی

اصل اور نمائندگی ہے اور نمائندگی بڑھانے سے ہی مسائل کا حل ممکن ہے۔لہٰذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کریں اور کثیر آبادی اور وسیع رقبے کو مدنظر رکھتے ہوئے بلوچستان کے صوبائی اسمبلی کی نشستیں 65 سے بڑھا کر 85 اور قومی اسمبلی میں بلوچستان کی نشستیں 20 سے بڑھا کر 28 کرنے کے لئے عملی اقدامات اُٹھائیں کو یقینی بنائے تاکہ بلوچستان کے عوام میں پائی جانے والی بے چینی اور احساس محرومی کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

جناب اسپیکر: قرارداد نمبر 75 پیش ہوئی۔کیا محرک اپنی قرارداد نمبر 75 کی admissibility کی وضاحت فرمائیں گے؟

جناب اصغر علی ترین: جی جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان پاکستان کا ایک اہم حصہ ہے اور تقریباً آدھا پاکستان کا حصہ 44 تقریباً بلوچستان ہے پاکستان کا۔لیکن جتنے بھی وفاقی حکومتیں آئی ہیں جتنے بھی سیاسی پارٹی آئی ہیں مرکز میں اُن کو بلوچستان میں کوئی خاطر خواہ دلچسپی نہیں ہے۔اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ کی قومی اسمبلی کی سیٹیں 16 ہیں اور reserve ملا کر 20 بن جاتی ہیں اور یہ بڑی کم تعداد ہے ظاہر ہے مرکز میں الیکشن ہوتے ہیں پاکستان میں جب الیکشن ہوتے ہیں مرکزی حکومت وہاں focus کرتی ہے وہاں investment کرتی ہے سیاسی پارٹی وہاں investment وہاں focus کرتے ہیں کہ پھر آئندہ آنے والے دنوں میں مرکز میں اُنکی حکومت بنے۔تو بلوچستان کی جو 20 سیٹیں ہیں جناب اسپیکر صاحب! یہ میرے خیال سے کراچی شہر کے برابر بھی نہیں ہے۔کراچی شہر کے برابر بھی ہماری سیٹیں نہیں ہیں یہ آپ فیصل آباد اُٹھا لے پنجاب کا کوئی بھی ڈسٹرکٹ بھی آپ اُٹھا لے بلوچستان کی قومی اسمبلی کی سیٹیں اور اُن ڈسٹرکٹ کے برابر ہیں تو وہ بجائے کراچی کو focus کرنے کے یا فیصل آباد کو focus کرنے کے یا لاہور کو focus کرنے کے وہاں focus کرتے بجائے بلوچستان کی وہاں سیٹیں زیادہ ہیں اُن کو وہاں پر سیٹیں ملیں گی، وہاں investment کریں گے وہاں لوگ کام کریں گے، وہاں infrastructure آئے گا تو وفاق میں اُن کی حکومت بنے گی اب جناب اسپیکر صاحب! آپ ڈیویلپمنٹ کے لحاظ سے دیکھیں پورے پاکستان میں پنجاب میں ڈیویلپمنٹ زیادہ ہو رہی ہے بجٹ زیادہ ہے آبادی کے لحاظ سے بھی NFC کا ایوارڈ بھی ہو گیا ابھی اٹھارہویں ترمیم بھی ہم مان لیتے ہیں لیکن جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان کو ایک خاص نظر سے دیکھنا چاہیے ہمارے جو وفاق میں حکمران بیٹھے ہوئے ہیں اُن کو بلوچستان کی معدنیات تو نظر آتی ہیں اُن کے بلوچستان کے سائل وسائل تو نظر آتے ہیں بلوچستان کے جتنے بھی ذخائر ہیں وہ نظر آتے ہیں لیکن بلوچستان کے جو problems بلوچستان کے جو مشکلات ہیں وہ نظر نہیں آتی ہیں جب تک وفاقی حکومت بلوچستان کو رقبے کے لحاظ سے قومی اسمبلی میں نمائندگی نہیں دے گی اُس وقت تک بلوچستان کے یہ مسائل ختم نہیں ہونگے اب مَیں آپ سے ایک بات کرو۔ہمارا ضلع واشک اُٹھا کے

آپ دیکھ لیں رخشان ڈویژن اُٹھا کے آپ دیکھ لیں یہ KPK کے برابر ہے جناب اسپیکر صاحب! پورا آپ کا KPK اور آپ ایک رخشان ڈویژن، رخشان ڈویژن میں کتنے MNA ہے؟ ایک MNA ہے کتنے MPA ہے؟ آپ کے 3 MPA ہے غالباً MPA 4 ہیں تو MPA 4 اور ایک MNA اور پورا حلقہ اور پورا جو area ہے covered area ہے جو land وہ آپ کے KPK کے برابر ہے تو مجھے آپ بتائیں وفاق آپ کو اچار ڈالیں گی؟ وفاق آپ سے پوچھے گا؟

جناب اسپیکر: اصغر ترین صاحب۔

جناب اصغر علی ترین: میں کمپلیٹ کروں؟

جناب اسپیکر: آپ سے ایک گزارش ہے آپ سے یہ جو آپ نے قرارداد کے اندر آپ نے لکھا ہے کہ provincial سیٹیں جو ناں 65 کے بجائے 85 اور نیشنل اسمبلی کی 20 کی بجائے 28 پہلے تو یہ بتائیں کہ آپ نے 85 کیوں لکھا؟ why not 90? why not 75? why not 70 ایک منٹ میرے سُنیں اور دوسری بات یہ ہے آپ مہربانی کر کے آپ کا قرارداد بڑی زبردست اور بڑی valuable ہے لیکن اِس کو ذرا آپ constitution آف پاکستان اور الیکشن کے rules and procedure کے طرح justify کریں کہ کیسے سیٹیں بڑھائی جائے آپ کے؟۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! میں آرہا ہوں آپ کے پاس جناب اسپیکر صاحب! تھوڑا سا مجھے آپ سن لیں، مَیں میری گفتگو آ سُنیں گے آپ میرے points آپ pick کرلیں گے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ جو 27 ویں آئینی ترمیم ٹیبل ہوئی اِس میں یہ چیز mention تھی کہ بلوچستان کے قومی اسمبلی کے سیٹوں کو بڑھایا جائے گا اور بلوچستان کے صوبائی اسمبلی کے سیٹوں کو بڑھایا جائے گا جناب اسپیکر صاحب! مَیں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کس رول کے مطابق وہ ڈالا گیا کہ بعد میں نکالا گیا؟ جناب اسپیکر صاحب! آپ بلوچستان کو۔

جناب اسپیکر: تو پر عملدرآمد نہیں ہوا اِس کے اوپر؟۔

جناب اصغر علی ترین: مَیں آرہا ہوں اِس کے اوپر جناب اسپیکر صاحب! کچھ حالات کے مطابق حکومت فیصلے کرتے ہیں کچھ قانون سازی جو مرکز میں آپ کرتے ہیں آپ وفاق میں کرتے وہ حالات کے مطابق کرتے ہیں اِس کے لئے اگر آپ بلوچستان کے لئے مخصوص قانون سازی کرنی پڑے تو بھی آپ کریں آپ کو کرنی چاہیے قانون سازی آپ کا آدھا پاکستان نے بلوچستان جناب اسپیکر صاحب! اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ رولز اجازت دیتی ہے ہمیں law اجازت نہیں دیتا، یہ law بناتا کون ہے؟ یہ rules بناتے کون ہیں؟ یہ تو ہم اور آپ بناتے ہیں کوئی باہر سے تو

کوئی اور تو dictate نہیں کرتا ہے؟ کوئی باہر سے آ کے ہمیں dictate کر رہا ہے؟ تو جناب اسپیکر صاحب! جب ہم اِس فورم پر اِس اسمبلی میں اِس بات کو اُٹھائیں گے تو رولز ہمیں relax کرنے چاہیے ہے اِس کے لئے قانون سازی کرنی چاہیے ہے مرکز میں ہمارے جو 16 ممبرز بیٹھے ہوئے ہیں 20 ممبرز بیٹھے ہوئے وفاق میں اُن کو چاہیے ہے کہ وفاق میں بات کریں ہماری اِس حکومت کو چاہیے ہے میر سرفراز بگٹی صاحب کو چاہیے کہ اتنا کچھ وہ کریں یہ بھی step اُٹھالے پیپلز پارٹی کی حکومت ہے صدر ان کا ہے مسلم لیگ (ن) کا وزیراعظم بیٹھا ہوا ہے اِس سے اچھا موقع ہمیں کہاں ملے گا؟ کہ آج بلوچستان کی جو حکومت ہے اور حکومت پیپلز پارٹی کی ہے اور مسلم لیگ اِس کا shareholder ہیں تو ایک جو ہے پیپلز پارٹی جو ہے وہ President صاحب بیٹھے ہوئے ہیں آصف علی زرداری صاحب پیپلز پارٹی سے تعلق ہے مسلم لیگ (ن) کا جو Prime minister بیٹھے ہوئے ہیں میاں محمد شہباز شریف صاحب اُن کا (ن) سے تعلق ہے۔ اور یہاں پر (ن) اور پیپلز پارٹی کا حکومت ہے اِس سے اچھا سنہری موقع ہمیں اور کہاں ملے گا جناب اسپیکر صاحب! یہی تو موقع ہیں فائدہ اُٹھائیں آپ بات کریں آپ اپنا کوئی ٹیم بنائیں آپ Prime minister کے پاس بھی جائیں آپ President کے پاس بھی جائیں کہ بلوچستان کے یہ مسائل جو ہے یہ بلوچستان کا جو امن امان کا حوالہ ہے بلوچستان میں حالات خراب ہیں اِس لئے کہ ایک میں نے آپ کو example دی رخشان ڈویژن کی جناب اسپیکر صاحب! کہاں سے کہاں تک آپ جائیں گے؟

جناب اسپیکر: آپ کہتے ہیں یہ special amendments بلوچستان کی حد تک ہونی چاہیے؟

جناب اصغر علی ترین: بالکل ہو جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان کو special treat کیا جائے۔

جناب اسپیکر: تو پھر یہ کیسے ہوگا کہ جب ایک MNA سُنیں۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! کیسے ہوگا مرکز میں ہوگا Sir ہم یہاں آواز اُٹھائیں گے مرکز میں۔

جناب اسپیکر: Sir میری گزارش سُنیں مَیں کہتا ہوں ایک MNA 9 لاکھ کی آبادی کے اوپر elect ہو کے آیا ہے اسمبلی میں بیٹھا ہوا ہے اور ایک MNA جو ہے ناں وہ 4 لاکھ یا 3 لاکھ آبادی کے اُوپر آ کے بیٹھ جاتا ہے don't you think کہ اِس میں کوئی سسٹم گڑھ بڑھ ہوگی؟

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! آپ کے پاس اختیار ہے آپ مرکز میں قانون سازی کر سکتے ہیں، آپ special law لا سکتے ہیں آپ کے پاس بڑا کچھ اختیار ہے اگر گورنمنٹ کرنا چاہیے بلوچستان کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں مجھے آپ بتائیں وفاق میں حکومت جو ہے ناں وہ 170، 169 پر حکومت بنتی ہے وفاق میں مرکز جناب

اسپیکر صاحب! آپ کے 20 ممبرز ہیں اِس 20 ممبرز کے کیا حیثیت رہتی ہے اِن کے سامنے؟ بڑا چھوٹا آ پکا strength ہے جناب اسپیکر صاحب! مرکز میں جناب اسپیکر صاحب! اِس پر آپ یہ ناں کہیں جی کہ کیسے کر سکتے ہیں کرنے کو چاہیے بہت کچھ ہم کر سکتے ہیں مجھے آپ بتائیں جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان غالباً 8 یونیوسٹیاں ہیں مَیں آپ کو لاہور کسی نجی یا housing scheme میں چلے جائیں اسلام آباد کسی نجی یا housing scheme چلے جائیں وہاں 8،8 یونیوسٹیاں ہیں جناب اسپیکر صاحب! کس حوالے سے کس شعبے میں آپ اُن کا مقابلہ کریں گے؟ جب تک آپ اپنی نمائندگی یہاں نہیں بڑھائیں گے جناب اسپیکر صاحب!

جناب اسپیکر: نہیں نمائندگی تو بڑھانی چاہیے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! special treat کریں، جناب اسپیکر صاحب! special treat کریں۔ جناب اسپیکر صاحب! مَیں آپ کو بتاوں آپ سندھ میں آپ آجائیں پیپلز پارٹی کہتی ہے سندھ میں ہماری گورنمنٹ ہے اور وہ claim کرتے ہیں کہ سندھ ہمارا ہے آپ پنجاب میں چلے جائے مسلم لیگ claim کرتی ہے کہ جی پنجاب ہمارا ہے ہم کام کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: تھوڑی سی باقی ممبرز سے بھی رائے لے لیتی ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! میں اپنی بات Complete کروں گا آپ پھر اُن سے پوچھ لیں اُن سے بات کرلیں۔

جناب اسپیکر: جی۔

جناب اصغر علی ترین: مَیں یہ قرا داد جناب اسپیکر صاحب! میں تمام ساتھیوں سے request کرتا ہوں چاہیے ہے حکومت benches میں ہو چاہیے اپوزیشن میں بیٹھے ہوں جناب اسپیکر صاحب! اِس کو serious لیا جائے اِس کو جو ہے ناں مرکز تک پہنچایا جائے اور مَیں CM صاحب! سے request کرتا ہوں آپ کے توسط سے اِسکے لئے باقاعدہ ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اُس میں باقاعدہ law ڈیپارٹمنٹ کی لوگ اِس میں involve ہیں اِس کو قانون کے دائرے میں دیکھتے ہوئے جناب اسپیکر صاحب! کر سکتے ہیں کوئی issue نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: OK

جناب اصغر علی ترین: آپ قانون سازی کے تحت آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں تو بلوچستان کی سیٹیں بڑھائیں جائے چاہیے وہ مرکز میں ہو، چاہیے وہ صوبے میں ہو، انشاء اللہ سیٹیں بڑھانے سے آپ بہت سارے مسئلے حل ہونگے جناب اسپیکر صاحب!

جناب اسپیکر: OK Thank you۔ظہور بلیدی صاحب۔ظہور بلیدی صاحب

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ منصوبہ بندی وترقیات): ہمارے معزز ممبر اسپیکر صاحب! وہ کھڑے ہیں تو اُن کو میرے خیال سے مواقع دیں۔

جناب اسپیکر: آپ بولیں۔آپ بولیں۔

وزیر محکمہ منصوبہ بندی وترقیات: شکریہ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں اصغر ترین صاحب کی جو چیف سیکرٹری کے حوالے سے جو اُنہوں نے بات کی اِس پر کوئی دو رائے نہیں ہے کہ چیف سیکرٹری صاحب جو ہے بڑے معزز اور ایک قابل شخصیت ہیں اور بلوچستان کیلئے جو ہے وہ محنت کر رہے ہیں یہ جو کلمات کسی سابق MPA نے ادا کیے ہیں اِس میں پاکستان پیپلز پارٹی کا کوئی ہاتھ نہیں ہے یہ ایک individual ایکٹ ہے۔اور پاکستان پیپلز پارٹی روایتوں کی امین پارٹی ہے ہمیشہ اپنے سخت ترین مخالفین کو بھی عزت واحترام سے پیش آتے ہیں۔اور تاریخ گواہ ہے کہ جب بھٹو صاحب کو پھانسی دی گئیں تو محترمہ بےنظیر بھٹو صاحبہ 88 کو وزیر اعظم بنیں لیکن اُنہوں نے کوئی انتقام گیری نہیں کی جب محترمہ کا واقعہ ہوا۔زرداری صاحب 2008 میں president بنیں اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت بنی تو اُنہوں نے رواداری اور برداشت کی اعلیٰ مثال قائم کیا اور زرداری صاحب کی جو ہے ہمیشہ پالیسی رہی ہے کہ مفاہمت اور مفاہمت اور ہر کسی کے ساتھ مفاہمت۔تو یہ کسی کی ذاتی رائے ہوسکتی ہے چیف سیکرٹری صاحب ہمارے لئے قابل احترام ہے اور ہم اُن کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔جہاں تک یہ قرارداد جو محرک صاحب لے آئے ہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اِنتہائی اہمیت کی حامل ہے اور بلوچستان کے مسائل کے ساتھ یہ قرارداد جڑی ہوئی ہے بلوچستان میں جو معروضی حالات بنے ہیں اُس کی مختلف وجوہات ہیں external factors بہت زیادہ ہے اور یہاں اندرونی اِنتشار اور اندرونی اختلافات اور اندرونی جو معاملات ہیں اُس سے قطع نظر لیکن یہ بات اپنی جگہ پر موجود ہے کہ بلوچستان کے لوگ سیاسی حوالے سے وہ mainstream نہیں ہوئے ہیں۔بلوچستان میں جو political process ہے وہ اُس طرح نہیں ہے جس طرح باقی صوبوں میں اُس کی کچھ وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ پاکستان کی 24 کروڑ کی آبادی کا جو 6% ہے 1 کروڑ 40 لاکھ آبادی بلوچستان میں رہتی ہے اور یہ آدھے پاکستان پر یہ صوبہ محیط ہے تو اِس کی نمائندگی قومی حکومتوں میں نہ ہونے کے برابر ہے۔اور یہی وجہ تھی کہ بلوچستان کے لوگ ہمیشہ neglect feel کرتے آرہے ہیں اور ہماری جتنی قومی پارٹیاں ہیں چونکہ اُن کا mandate بلوچستان نہیں ہوتا پنجاب، سندھ، کے پی کے باقی صوبوں میں جو ہے وہ اچھی خاصی سیٹیں لے آتے ہیں تو یہاں محض 20 سیٹیں جو ہے قومی اسمبلی کی ملتی ہیں جو نیشنل گورنمنٹ کو بنانے میں یا اُس کو ختم کرنے میں کوئی کردار نہیں ہوتا۔تو اِس وجہ سے بدقسمتی سے کہ ہماری جتنی بھی

وفاقی حکومتیں رہی ہیں گوکہ ابھی ہماری وفاقی حکومت جو حالات چل رہے ہیں تمام پارٹیاں اُن کی جو توجہ مرکوز ہے میں بات کرر ہا ہوں past کی کہ بلوچستان کو اُس طرح توجہ نہیں ملی جس طرح اُس کو ملنی چاہیے اور یہ عمومی بات ہے ہم لوگ سارے ووٹ لے کے آتے ہیں جہاں پر ہمارا ووٹ بینک ہوتا ہے ہماری جو نوازشات وہاں زیادہ ہوتی ہیں جہاں پر ووٹ بینک کم ہوتا ہے definitely ایک nature سی ہماری کہ وہاں پر توجہ نہیں ہوتی ہے البتہ ہونا نہیں چاہیے لیکن پارلیمانی politics کا جو ہے المیہ ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں چونکہ ہمارے سارے معاملات political process سے وابستہ ہیں وقت آ گیا ہے کہ صوبے کے حالات اِس نہج تک پہنچے ہیں کہ ہمیں اُس کیلئے غور وفکر کرنا چاہیے گوکہ جو یہ دہشت گردی کے واقعات ہوئے ہیں وہ قابل مذمت ہیں اور اِس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اِس میں بیرونی طاقتیں involve ہیں اب اُن کی ایما پر یہ سارا کچھ ہوا ہے اور میں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اپنی Law enforcement agencies کو کہ اُنہوں نے بروقت کارروائیاں کیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے صوبے کو بہت بڑی تباہی سے بچایا جو مذموم مقاصد لے کر یہ دہشت گرد آئے تھے وہ پورے نہیں ہوئے لیکن بات یہاں نہیں رُکتی کہ ہم وہ تمام عوامل جس کی وجہ سے یہ واقعات پیش آرہے ہیں خواہ وہ بیرونی عناصر ہوں۔ خواہ وہ اندرونی عناصر ہوں خواہ وہ deprivation ہو۔ خواہ وہ unemployment ہو۔ خواہ وہ سوشل میڈیا کا بے لگام استعمال ہو یا کوئی اور وجہ ہو یا لوگوں کا جو political process ہے اِس پر جو اعتماد کم ہوا ہے اُس کو بھی ہم ایک factor لے سکتے ہیں۔ تو اِس طرح کی اگر ہماری جتنی بھی political پارٹیز ہیں اور خاص کر ہماری قومی پارٹیاں ہیں جس سے اسپیکر صاحب! آپ کا تعلق ہے اگر بلوچستان کیلئے ایک concession دے دیں پورے half پاکستان کو جو ہے آئین میں ترامیم کر کے جو head count پر ایک نمائندگی ہے وہ بلوچستان کے حوالے سے وہ relax کریں اور صوبے کی جو ہماری provincial سیٹیں اُن کی تعداد بڑھائی جائے اور جو ہماری نیشنل اسمبلی کی سٹیں ہیں اُن کی اگر تعداد بڑھائی جائے تو definitely یہاں پر political پارٹیوں کا خاص کر جو ہماری mainstream political پارٹیاں ہیں اُن کی توجہ بڑھ جائے گی۔ اور اُن کے متواتر دورے ہوتے رہیں گے وہ اپنی پارٹی کو strengthen کریں گے اُن کی جو ہے نمائندگی یہاں سے ہوگی تو یہاں پر development بھی بہتر طریقے سے ہوسکتی ہے لوگ جو ہے mainstream کی طرف زیادہ جائیں گے ریاست کے ساتھ integrate ہونا شروع ہو جائیں گے اور صوبے میں جو ہماری سیٹیں بڑھیں گی تو یہاں پر جو political پارٹیوں کی نمائندگی بڑھ جائے گی ابھی بلوچستان کا المیہ یہ ہے کہ جتنے بھی ہمارے electables آئے ہیں سوائے کچھ پارٹیوں کے اکثر جو ہے اپنے ذاتی طور پر جو ہے وہ الیکشن جیت کے آجاتے ہیں تو یہ کسی political پارٹی کے جو ہے وہ اتنے مرہونِ منت نہیں ہوتے اگر یہ بڑھائی جائے تو

manifesto کو definitely جو وہ پارٹی کے umbrella کے نیچے الیکشن جیتے گے وہ آئیں گے تو اُس کے ہی follow کریں گے۔

جناب اسپیکر: OK

وزیر محکمہ منصوبہ بندی وترقیات: اُس کی development پروگرام کو آگے بڑھائیں گے۔

جناب اسپیکر: OK

وزیر محکمہ منصوبہ بندی وترقیات: لیکن میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ جو figure قومی اسمبلی کا جو ہے اصغر صاحب نے دیئے ہیں 20 سے 28 میرا خیال ہے انتہائی کم ہے۔ہمیں جو ہے وفاق سے 40 سیٹوں کی demand کرنا چاہیے بلوچستان کے معروضی حالات کو دیکھتے ہوئے قومی اسمبلی کی 40 سیٹیں ہوں تا کہ بلوچستان کی جو political dynamics وہ change ہوں political stability جو ہے وہ بنیاد ہے تمام issues کا کہ جب آپ کا صوبہ politically stable ہوگا لوگ political process میں شمولیت اختیار کریں گے لوگ جو ہے mainstreaming کی طرف جائیں گے تو اِس طرح کے جو غیر ریاستی تنظیمیں ہیں یا جو دہشت گرد تنظیم ہے اُن کو ہمارے معاشرے میں جگہ نہیں ملے گی۔تو میں اس حوالے سے یہ کہتا ہوں کہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور میں اِس ترمیم کے ساتھ کہ ہماری قومی اسمبلی کی سیٹیں 20 سے بڑھ کر 40 ہو جائیں میں اِس کو بھر پور Support کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: ok. thank you یونس عزیز زہری صاحب۔

میر یونس عزیز زہری (قائد حزب اختلاف): شکریہ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو اصغر ترین صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے جناب اسپیکر! آپ نے کہا کہ کیوں اِس میں ہونی چاہیے کہ دیکھیں ہم اپنے اپ کو Exemption دینے کے لیے تاحیات ہم کرسی پر بیٹھے رہیں اور تاحیات کوئی ہمیں ہاتھ نہیں لگائے ہم یہ بھی بل تو پاس کر سکتے ہم جو ہیں ناں 18 سال سے کم عمر کی شادی کے بل کو بھی پاس کر سکتے ہیں۔تو یہ میرے خیال میں اُن کے لیے یہ کچھ بھی نہیں ہے یہ ایک صوبے کے مفاد کی بات ہے اِس میں دیکھیں اسپیکر صاحب! پنجاب میں یا سندھ میں یا کسی اور صوبے میں گلی کے ایک نکڑ سے لے کر دوسرے نکڑ پر صوبائی اسمبلی کی سیٹ ختم ہو جاتی ہے ہم بلوچستان میں صبح اگر نکلتے ہیں تو شام کو آپ اپنے حلقے کے آخری side پر نہیں پہنچ سکتے۔تو رقبے کو بھی اِن کو دیکھنا چاہیے۔ابھی ہماری نیشنل اسمبلی کی سیٹیں ہیں رخشان کی۔جس میں چار ایم پی اے ہیں ایک سیٹ ہے میں کہتا ہوں کہ اگر اُس کا ایم این اے ایک مہینے تک گھومتا رہے میرے خیال میں وہ اپنے حلقے کو پورا نہیں کر سکے گا۔تو ان چیزوں کا بھی تو خیال رکھیں کہ ایک ایم این اے چار ڈسٹرکٹس اُس کے پاس ہے۔رخشان ڈویژن کا پورا ایک ایم این اے ہے تو جناب اسپیکر! ان چیزوں کو کا خیال

رکھیں کم سے کم آبادی کو آبادی اور رقبے کو بھی وہ مدنظر رکھیں۔ ایک ایم پی کہاں سے کہاں تک پہنچا پہنچ سکتا ہے؟ پھر ہمیں کہتے ہیں کہ جی ایم پی اے صاحبان کام نہیں کرتے اِن کو پیسے دیتے کام نہیں کرتے وہ آجائے ہمیں ہمارے حلقوں کو تو دیکھ لیے ناں اگر وہ کہا وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہاں سے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ جی، اگر وہ وہاں بیٹھ کے وہاں سے وہ کہہ رہے ہیں کہ جی ایم پی اے کام نہیں کرتا آٹے میں نمک کے برابر ہم یہ 100 کلو میٹر کو 200 کلو میٹر میں ہمارا حلقہ ہے آپ مجھے پتہ ہے کہ یہ کئی نظر آجائیں گے یہ پیسے؟ کہاں سے نظر آئیں گے؟ اب کچھ بیڑا اُنہوں نے اُٹھایا ہے کہ جی ہم ڈیولپمنٹ کریں گے کہاں ہے وہ ڈیولپمنٹ اُن کی؟ کسی کو نظر آرہا ہے؟ کہیں نظر نہیں آرہا ہے؟ آپ اپنی اسمبلی کو مضبوط کر لیں اپ اپنے ایم پی ایز کو مضبوط کر لیں آپ ان کے حلقوں کو دیکھ لیں اُن کے حلقوں کا وزٹ کر لیں آپ جائیں ابھی زاہد کے حلقے میں جائیں میرے خیال میں زاہد خود بھی میرے خیال میں دو ہفتے میں ایک ہفتے میں وہ اپنے حلقے کو نہیں گھوم سکتا کہاں ہے ایران کا بارڈر اور کہاں ہے خضدار کا بارڈر۔ میرا حلقہ سندھ سے شروع ہوتا ہے جا کر رخشان ڈویژن کو ملتا ہے ایک ایم این اے کا۔ اِسی طرح آپ مکران میں جائیں مکران کی پوزیشن دیکھ لیں آپ پشتون بیلٹ جائیں یا نصیر آباد جائیں تو اس میں اگر ہمیں تھوڑی سی ریلیف دے دیا اس میں کوئی آسمان نہیں ٹوٹے گا۔

جناب اسپیکر: مطلب آپ چاہتے ہیں کہ area پر سیٹیں ملنی چاہئیں۔

قائد حزب اختلاف: area کو بھی وہ لوگ کر لیں کیونکہ census میں ہمارے ہم جتنے ہمارے اُنہوں نے census کو دیکھ کے کہ جی اِن کی سیٹیں بڑھ جائیں گی اُنہوں نے تو کاٹ دیا بلوچستان کو لا کے جو ہے ناں ہماری 70 سے 75 ہزار 80 ہزار، 75 ہزار ہمارے آبادی کو اُنہوں نے کم کر دیا۔

جناب اسپیکر: لیکن جس طرح اصغر ترین نے ذکر کیا یہ جو recently amendments ہوئی ہیں اس میں یہ ایک سسٹم شامل تھا اس کے لیے انہوں نے کرنی تھی لیکن وہ ڈراپ ہوگئی ہے ہمارے ایم این ایز جو اپ کوئی پوائنٹ نہیں اُٹھایا کہ۔

قائد حزب اختلاف: میں یہی کہہ رہا ہوں جناب اسپیکر ہمارے مسلم لیگ (ن) کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں ان کا گورنمنٹ ہے اور ہمارے پیپلز پارٹی کے دوست بیٹھے ہوئے بلوچستان کی کچھ basic چیزیں ہیں تاکہ کل ہم نہیں ہوں گے کوئی دوسرا آجائے گا تو ہمیں دعائیں دے دیں۔ اِن چیزوں پر ذرا ہم Focus کر لیں ہماری صوبائی اسمبلی کی ہماری نیشنل اسمبلی کی سیٹیں ہیں ان کو بڑھا کے اگر 365 ہے کتنا ہے قومی اسمبلی کی ان میں ہم 19 بندے کیا کر سکتے ہیں جناب اسپیکر؟ ہم تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں وہاں پہ۔ تو ان کو 40 سیٹیں جیسے ظہور صاحب نے کہا میں ان کی بات کی حمایت کرتا ہوں کہ 40 سیٹیں ہونی چاہیے اور ہماری صوبائی اسمبلی کی اور نہیں بڑھاتے کم سے کم 20

سیٹیں تو کم سے کم بڑھا دے تا کہ ہم اِن کو cover کر سکیں تو میں اس قرارداد کی حمایت کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ اِس قرارداد کو صرف پاس کرنا ہمارا مقصد نہ ہو۔

جناب اسپیکر: OK۔

قائد حزب اختلاف: اِس قرارداد کے لیے آگے کے لیے کوئی آپ اس طرح کا mechanism بنا دیں تا کہ اس کے اِس پر عمل درآمد ہو۔شکریہ جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: OK thank you۔صادق عمرانی صاحب۔دیکھیں آپ لوگوں نے جنہوں نے پرچیاں بھجوائی ہیں میں نے اُسی کے نام اُسی طرح سے میں نے نوٹ کیے ہیں اور اسی طرح میں پکار رہا ہوں۔اب جن کے پرچیاں نہیں آرہی ہے وہ ہاتھ کھڑے کر دیتے ہیں جدھر already نام نوٹ کیے ہوئے ہیں اب اُس کو پیچھے نہیں کر سکتا۔ صادق عمرانی صاحب۔

میر محمد صادق عمرانی (وزیر محکمہ آبپاشی): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب یہاں پر اصغر صاحب نے پیپلز پارٹی کے حوالے سے بات کی چیف سیکرٹری کے حوالے سے۔میں اُن کی باتوں سے اتفاق کرتا ہوں چیف سیکرٹری بلوچستان انتہائی ایک ایماندار اور تجربہ کار اور اس صوبے کے لیے اُن کی جو خدمات ہیں قابل احترام ہیں۔انہوں نے ہمیشہ اس صوبے کی ترقی خوشحالی امن کی امن امان کی بحالی کے لیے دن رات کام کیا یہ ایک فرد کا ذاتی فعل ہے ہم اس کی مذمت کرتے ہیں پاکستان پیپلز پارٹی ہم چیف سیکرٹری کو تمام ہمارے علاقے میں اسمبلی یہاں بیٹھے ہیں ہم اُنہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ وہ جس انداز سے ہمارے منتخب نمائندوں کے ساتھ یا کوئی اور شہری سول سوسائٹی کا کوئی فرد اُن کے پاس گیا ہے اُنہوں نے ہمیشہ ہر ایک کی عزت اور احترام کی ہے یہ علی حسن زہری کا ایک اپنا ذاتی فعل ہے وہ یہ کراچی میں جو بدمعاشی کرتے ہیں میمن گھوٹ کا۔یہ بلوچستان مختلف قبائلی اور سیاسی شخصیت کا حلقہ ہے آپ جس طریقے سے آئے ہیں اب انشاءاللہ اس فلور پر کبھی بھی نہیں آسکیں گے۔ہم چیف سیکرٹری کے ساتھ کھڑے ہیں اِس کو ایک قرارداد کی صورت میں شامل کریں اور اِس کو پریزیڈنٹ آف پاکستان کو بھیجا جائے کہ بلوچستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے چیف سیکرٹری کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔وہ انتہائی ایماندار آدمی ہے اور اس کا پیپلز پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ پیپلز پارٹی چیف سیکرٹری کے خلاف ہے۔پیپلز پارٹی حق اور سچ اور صداقت کے ساتھ ہے اسی طرح اصغر ترین نے جو قرارداد لائی ہے کہ بلوچستان میں جو سیٹوں میں اضافہ کیا جائے اُس کے لیے میری ایک تجویز ہے کہ یہاں پر ایک کمیٹی تشکیل دیں بلوچستان کے جو آپ نے 70 یا 80 صوبائی اسمبلی کے حلقے تجویز کیے یا قومی اسمبلی کے حلقے کے تجویز کیے گئے ہیں جس طریقے سے میرے حلقے نصیر آباد سے ہم دو ایم پی ایز ہیں ہماری پاپولیشن 6 لاکھ ہے لیکن کوئی ایم این اے ہمارا نہیں ہے تو

ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے نصیر آباد سے بھی ایک ایم این اے ہو اور صوبائی اسمبلی میں کافی اضافہ ہو اس کے لیے کمیٹی تشکیل دے دیں تاکہ ایک مضبوط دلائل کے ساتھ وفاقی حکومت سے اِس کو آپ رجوع کریں اور پوری ایوان اس کی حمایت کرے گا تو بہتر ہوگا۔

جناب اسپیکر: Ok thank you very much۔ رحمت صالح بلوچ صاحب۔ دیکھیں زمرک خان صاحب آپ کی پرچی ابھی تک میرے پاس نہیں آئی ہے۔

میر رحمت علی صالح بلوچ: سر مختصر کیوں کریں آج اہم قرارداد ہے۔

جناب اسپیکر: یہ آئی ہے زرک کی آئی ہے یہ زرک کی پرچی میرے پاس آئی ہے۔ لہٰذا میرے پاس جو بھی آ رہی ہے وہ تو میں تو اُسی کے مطابق جی یہ رحمت صاحب۔

میر رحمت علی صالح بلوچ: Thank you اسپیکر صاحب! میں کوشش کروں گا کہ میں repetition نہیں کروں۔

جناب اسپیکر: چلیں اگر زرک کی نہیں ہیں آپ کی ہے تو پھر اس کے بعد آپ کی باری ہے آپ کی آ گئی ہے آ گئی ہے۔

میر رحمت علی صالح بلوچ: جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ پورا ہاؤس متفق ہے اس پر۔ انتہائی اہمیت کا عمل ہے لیکن اس سے پہلے میں گوش گزار کروں کہ بہت سارے ہمارے سینئر دوست بیٹھے ہوئے ہیں اُن کو یاد ہوگا اسی اسمبلی نے ایک آئینی قرارداد 2017ء میں پاس کیا تھا بلوچستان کے صوبائی اور قومی اسمبلی کے حلقوں کو بڑھانے کے لیے۔ جو کہ باقاعدہ طور پر سینٹ سے پاس ہوا۔ اور پھر اس کو linger on کر دیا گیا قومی اسمبلی میں نہیں لے جایا گیا پھر اسی اسناء میں اسی دوران ایک اور ترمیم لایا گیا قومی اسمبلی میں جو کہ فاٹا کو ایک اسپیشل relexation دیا گیا حلقہ بندیوں کے حوالے سے بلوچستان پر یہ زیادتی کی گئی کہ یہ بلوچستان یا پورے ملک میں حلقہ بندیوں کا یہ ماڈل ہوگا کہ ہر صوبے کا حلقہ 3 لاکھ سے کم نہیں ہو میں کہتا ہوں یہ بہت بڑی زیادتی ہے جب ضرورت تھی تو فاٹا کو special relaxation دی جب بلوچستان آج اس قرارداد میں 44 % لکھا یہ 47% ہے رقبے کے حوالے سے۔ اِس کو correct کریں ہم پورے ملک کا 47% ہے اور پاپولیشن کا ان کو پتہ ہے اور اس بڑے رقبے کو cover کرنا ناممکن ہے اور مشکل باتیں اُس کو cover کرنے کا یہی ہوا ہے طریقہ ہے کہ پارلیمانی نظام اور پارلیمانی سیاست اور صوبائی اسمبلی کے حلقوں کو بڑھا کر ہم لوگوں کو نمائندگی دے سکتے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ جب بھی ہم یہ بات کہتے ہیں کہ سرے سے روز اول سے بلوچستان کو اہمیت نہیں دی جا رہی ہے آج وہی بات ثابت ہو رہے ہیں جناب اسپیکر! اگر ان

چیزوں پر ہم بات کریں کہ بلوچستان کی اہمیت کو نہ سمجھنا یا بلوچستان پر بالکل ایک تاریخی زیادتی ہے۔ جو آج اس صورتحال کو عام عوام عام شہری آپ جیسے notable سیاسی بندے آج خوف اور مشکلات کا شکار ہیں یہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر بلوچستان کو اہمیت دیتے تو بلوچستان میں سیٹوں کو بڑھانا بہت ضروری ہے۔ دوسری بات جناب اسپیکر! یہ ہے کہ پارلیمانی سیاست پاکستان کے مسئلے کا واحد ہیں لیکن وہ پارلیمانی سیاست ہو پارلیمنٹ بااختیار ہو۔ اور جو بلوچستان کے عوام کی حق رائے دہی ہیں وہ قابل قبول ہو۔ وہ آج افسوس ہے کہ بلوچستان کے عوام کی حق رائے دہی قابل قبول نہیں ہے۔ پھر یہ سوال کرتے ہیں کہ لوگ فلانے کے پیچھے کیوں جاتے ہیں؟ یہی raise question ہوتا ہے جی یہ نوجوان ماہ رنگ کے پیچھے کیوں جاتے ہیں؟ بھئی آپ ایک نظام کو بلاک کر رہے ہو لوگ کدھر جائیں؟ آج افسوسناک بات یہی ہے کہ سوال یہ اُٹھتا ہے کہ سیاسی جماعتیں اِس پارلیمنٹ آئین پاکستان اور پاکستان کے پارلیمانی نظام کو بھرپور انداز میں گھر، گھر جا کر ہر دروازے کو کھٹکٹا کر اس کی کامیابی کے لئے محنت کرتے ہیں لیکن الیکشن کے تین دن بعد رزلٹ کسی اور کا آتا ہے۔ مَیں آج بھی کہہ رہا ہوں کہ political engagement is zero اگر آج بھی بلوچستان کے نوجوان کو politically engage کریں۔ وہ پاگل نہیں ہیں کہ وہ جا کر خودکشی کریں۔ آج بھی اکثریت بلوچستان 85 to 90 percent لوگ اُس پارلیمنٹ کو آزادانہ الیکشن کو اور پارلیمانی جماعتوں کو پسند کرتے ہیں جو کہ آج وہ مایوس ہیں۔ مایوسی اور خوف وہراس کے شکار ہیں۔ جناب اسپیکر مَیں یہی کہوں گا۔

جناب اسپیکر: رحمت صاحب آپ اپنے اسمبلی کے ممبرز کی الیکشن پر سوال اُٹھا رہے ہیں۔ یہ الیکشن نہیں ہوا ہے۔

میر رحمت صالح بلوچ: خرابی پر مَیں الیکشن پر بھی یہی سوال اُٹھا رہا ہوں کہ مَیں آج بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ حلقوں کو بڑھایا جائے اگر یہ serious ہیں بلوچستان کو ملک کی ایک وحدت کی حیثیت دی جائے۔ اہمیت دی جائے جو عدم اعتماد ہے، جو بداعتمادی ہے، جو خوف ہے جو عدم استحقام ہے وہ ختم ہوگا۔ آپ تمام سیاسی Stakeholders قبائلی لوگوں کو سول سوسائٹی کو notables کو آپ کو تمام لوگوں کو engage کرنا پڑیگا۔ صرف بیانات اور سخت گیر موقف سے کچھ نہیں ہوگا۔ سیاسی جو ایک narrative ہے وہ ضروری ہے سیاسی narrative اُس وقت کامیاب ہوگا جب آپ پورے صوبے کے تمام Stakeholders کو isolation سے بچاؤ گے۔ مَیں آج بھی یہ کہہ رہا ہوں کہ سیٹوں کو بڑھایا جائے آپ نوجوانوں کو engage کریں۔ اور آزادانہ الیکشن کریں کسی کو مَیں آج برملا کہوں گا۔ کوئی مجھ سے بحث کریگا مَیں تیار ہوں۔ کوئی پاگل نہیں ہے بندوق اُٹھا کر پہاڑوں پر جائے۔ اور یہ مَیں تجاویز دوں گا کہ بلوچستان کے عوام کی حق رائے کا احترام کیا جائے۔ آزادانہ الیکشن، بااختیار پارلیمنٹ، آزاد عدلیہ، آزاد میڈیا۔ یہ تمام آپ کے ملکی ضروریات ہیں۔ اور آج یہ صوبہ یہ وحدت یہاں کے عوام یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ خدارا یہ جو آگ لگی ہوئی ہے

اس کو بجھانے کے لئے مَیں کہتا ہوں کہ اس طرح کی قرارداد کو وفاق اہمیت دے دیں۔ وفاقی سیاسی جماعتیں اہمیت دے دیں۔ especially ہم اُمید رکھتے ہیں پیپلز پارٹی سے مسلم لیگ (ن) سے، کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں اور اس اگ کو بجھانے کیلئے اس طرح اہمیت کے حامل قرار داد کو اہمیت دی جائے۔

جناب اسپیکر: thank you۔ جی زمرک خان صاحب۔

انجینئر زمرک خان اچکزئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شکریہ جناب اسپیکر صاحب! اصغر ترین صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے حقیقت میں۔ یہ اہمیت کی حامل ہے۔ جس طرح رحمت صاحب نے کہا کہ 2017ء میں پیش ہوئی تھی۔ 18 مارچ 2018ء کو عاصم کرد گیلو نے ایک قرارداد یہاں پیش کی تھی اور میڈم راحیلہ اُس وقت اسپیکر تھیں۔ اور یہی resolution اُس وقت سات سال پہلے پیش ہوئی تھی۔ اور یہی ڈیمانڈ تھی کہ بلوچستان کی سیٹوں کو 65 سے 85 کیا جائے۔ اور قومی اسمبلی کو تقریباً چالیس تک پہنچایا جائے۔ اور ہر ڈسٹرکٹ پر اُس resolution میں یہ تھا کہ ہر ڈسٹرکٹ پر ایک قومی اسمبلی کی سیٹ دی جائے۔ پھر اُس پر کمیٹی بھی بن گئی۔ اور اس کمیٹی میں مَیں خود بھی تھا۔ اُس resolution کو 20 ممبرو ں نے پیش کی تھی۔ پھر وہ مشترکہ قرارداد apposition and treasury دونوں کی طرف سے اُس کو سپورٹ ملی ۔لیکن ابھی اصغر ترین صاحب نے بھی اچھے وقت پر اس کو ایک reminder کے طور پر اس قرارداد کو پیش کی اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ اس کو دوبارہ مشترکہ قرارداد بنا کے آگے بھیجا جائے۔ اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس پر کتنا عمل ہوگا یہ بھی مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں لیکن اُس وقت صادق سنجرانی صاحب بیٹھے ہوئے تھے سینٹ کے چیئرمین تھے۔ 2022ء 2023ء میں اُس سے پہلے اُس نے اس کو follow کر کے وہاں تک۔ ہماری جو Knowledge ہے کہ یہ پاس کروا دیا سینٹ سے بھی۔ سینٹ میں ہے کہ برابری کی بنیاد پر نمائندگی ہوتی ہے۔ یہی فائدہ ہمارا ہوتا ہے۔ بلوچستان کا وہاں ہر صوبے کی نمائندگی برابری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ قومی اسمبلی میں اُنہوں نے برابری نہیں رکھی ہے۔ اس لیے کہ پھر بلوچستان کے اتنی سیٹیں ہوتی ہیں کہ ہم اُس کو آگے پاس نہیں کر سکتے ہیں۔ آ کر روک گیا۔ قومی اسمبلی میں ہماری سیٹوں کی جو تعداد بڑھنی تھی۔ وہ رک گئی۔ کیونکہ نمائندگی نہیں ہے۔ مَیں 18 سیٹوں سے کیا نمائندگی کر سکتا ہوں بلوچستان میں کہ ہم اس کو بڑھا سکیں۔ یہی تھا کہ سینٹ میں پاس ہوا۔ اور قومی اسمبلی میں رک گیا۔ آج پھر پیش ہوئی۔ آج پھر مَیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ اگر کمیٹی بناتے ہیں پارلیمانی لیڈرز ہوں۔ ہمارے سینئرز ہوں۔ وہاں منسٹرز ہوں۔ وہاں جو وجود رکھتے ہیں جو بڑی پارٹیاں ہیں جس میں مسلم لیگ (ن) پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اپوزیشن پارٹیاں بھی اس کی مخالفت نہیں کرینگی چاہے وہ پی ٹی آئی ہے چاہے وہ کسی اور نام سے اور بھی پارٹیاں ہیں۔ بلوچستان کی پسماندگی کو دیکھتے ہوئے چار چیزوں پر ہم اُن کے ساتھ بات کر سکتے ہیں یا پولیشن تو ٹھیک ہے، مَیں پاپولیشن پنجاب کی 12 کروڑ

ہے ہماری ڈیڑھ کروڑ ہے۔اور 12 کروڑ سنبھال سکتا ہے کچھ نہیں وہاں آبادی بھی ہے وہاں ڈویلپمنٹ بھی ہے وہاں دہشت گردی بھی نہیں ہے۔ وہاں تخریب کاری بھی نہیں ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہے ہم خوش ہیں۔لیکن ڈیڑھ کروڑ آبادی کیوں اتنی مصیبت کے سامنے وہ بے بس ہیں۔ اس لیے کہ ہم اُن کو بنیادی حقوق نہیں دیتے ہیں۔ ہم ایریا کو نہیں دیکھتے ہیں۔ ہم Poverty کو نہیں دیکھتے ہیں، ہم backwardness کو نہیں دیکھتے ہیں un developments کو نہیں دیکھتے ہیں۔ پاپولیشن کو نہیں دیکھتے ہیں چار، پانچ چیزیں ہیں جو ہم سامنے رکھیں گے۔ تو بلوچستان کا مسئلہ بہت آسان طریقے سے حل ہوسکتا ہے۔ ہم ایک جس طرح ہمارے اپوزیشن لیڈر صاحب نے کہا کہ ہم ایک حلقے کا دورہ کرتے ہوئے ہم ایک مہینہ رکھتے ہیں۔ وہاں سندھ میں پنجاب میں سب دیکھ لیں وہاں وہ لوگ کہتے ہیں کہ صبح دوپہر کے بارہ بجے اُٹھتے ہیں اور جاتے ہیں اور رات کے آٹھ بجے تک اپنا دورہ کرکے آتے ہیں آدھا کر دیتے ہیں ہماری کیا حالت ہوتی ہیں۔ آپ خود دیکھ لیں۔ اب چمن کو دیکھ لیں چھوٹا ہے پاپولیشن ہے بڑی پاپولیشن ہے، قلعہ عبداللہ کو دیکھ لیں ماشکیل کو تو چھوڑ دیں آپ ژوب کو چھوڑ دیں۔ آپ شیرانی کو چھوڑ دیں ہم یہ کیسے cover کر سکتے ہیں ایریا کو کیوں نہیں رکھتے ہیں۔ ہم ڈیولپمنٹ کیسے تقسیم کر سکتے ہیں۔ ہم بجلی کیسے پہنچائیں گے گھر سے دوسرے گھر تک ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک ہم روڈ کیسے پہنچا سکتے ہیں ہم سکول کیسے دیں گے ہم ہیلتھ کے Facilities کیسے دیں گے یہی ہے کہ جب آپ سیٹیں بڑھاؤ گے تو تب آپ کے لیے آسانی ہوگی۔ ہم نے اپنے سی ایم صاحب سے کہا کہ آپ ڈسٹرکٹ بڑھائیں۔ ایک ڈسٹرکٹ نہیں دو ڈسٹرکٹ نہیں آپ بلوچستان میں 15 سے 20 ڈسٹرکٹ بنائیں آپ کی ایڈمنسٹریشن مضبوط ہوگی آپ کی لاء اینڈ آرڈر آپ کے کنٹرول میں آئے گی آپ ڈویلپمنٹ صحیح طریقے سے پہنچا سکو گے ڈسٹرکٹ بنانے میں تو ہماری اپنی ہے ہم کر سکتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بنائیں Divisions بنائیں جتنی بنا سکتے ہو، تحصیل بناؤ۔ سب تحصیل بناؤ۔ جتنا کر سکتے ہیں۔ لیکن الیکشن کمیشن کو یہ چاہیے کہ کم از کم بلوچستان اور وہ پارٹیاں جو بیٹھی ہوئی ہیں جو گیلو صاحب نے پیش کی آٹھ سال ہو گئے ابھی تک کچھ نہیں ہوا سینٹ جب پاس کرتا ہے جب upper house پاس کرتا ہے تو lower house اُس کو کیسے روک سکتا ہے کیوں روکتے ہیں۔ ابھی سوال یہ اٹھتا ہے کہ قومی اسمبلی کیوں اس چیز کو روک لیتی ہے۔ یہی تو ہماری محرومیاں پھر بڑھ جاتی ہیں پھر بلوچستان میں آوازیں اُٹھتی ہیں کہ جو یہاں ہمارے ساتھ ہو رہا ہے ہمارے ساتھ سب کچھ ہے ہم نے ان کو کتنی دفعہ کہا ہے ہم کتنی دفعہ کہہ رہے ہیں کہ یہ repetition میں اگر اپنی تقریر کی repetition کروں کہ ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے ساری Resources میں پورا کر کے دوں گا میں ایک ریکوڈک سے پورا کر سکتا ہوں۔ میں ایک آٹھ سو کلومیٹر جو ہماری بندرگاہ ہے۔ ہمارا جو سمندر ہے گوادر ہے۔ اُن سے پورا کر کے دونگا۔ لیکن ہمیں اختیارات تو دیئے جائیں یہ ہماری سیٹیں بڑھانی چاہئیں۔ چالیس ہونی

چاہئیں۔مشتر کہ قرارداد بنا دیں سب اس پر متفقہ جا کر بیٹھنا چاہیے قومی اسمبلی میں ۔کہ سینٹ سے پاس ہوا ہے اس قرارداد کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے دوبارہ قومی اسمبلی اس کو پاس کرے۔

جناب اسپیکر: وہ جو last time سینٹ نے پاس کیا تھا وہ آپ کی پرانی کمیٹی کی suggestions تھی۔

انجینئر زمرک خان اچکزئی: سینٹ نے خود ہماری قرارداد پر ہم گئے تو سنجرانی صاحب کا۔۔۔مَیں آپ کو ایک بات بتاؤں سنجرانی صاحب کم از کم بلوچستان کے حوالے سے serious ہوتے ۔وہ جو بھی ایشو ہم اُٹھاتے تھے اُسکو آگے لے جاتا تھا۔مَیں آپ کو یہ چیز بھی بتا دوں۔سی ایم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔مَیں اُس کے بعد جب سنجرانی صاحب سینٹ سے نکلے۔مَیں نے چیئرمین سینٹ کا دفتر پھر نہیں دیکھا ہے۔اُس وقت جب یہ بیٹھے ہوتے تھے ہم جا کر دروازہ کھولتے تھے جاتے تھے۔جو بھی مسئلہ تھا چاہے الیکشن کمیشن کا تھا۔چاہے ہائی کورٹ کا۔چاہے سپریم کورٹ کا۔چاہے کسی بھی محکمے سے ہمارا تھا۔ایک اپنا بندہ بیٹھا ہوا تھا۔اُس نے اس کو top priority پر اُٹھا کر سینٹ میں پاس کر کے قومی اسمبلی پھر last میں قومی اسمبلی کرتی ہے تو اُنہوں نے روک دیا۔یہ سنجرانی صاحب نے کیا۔لیکن ابھی مَیں آپ سے بھی request کرتا ہوں آپ خود بھی اس پر یہ چاہتے ہو۔ہم خود بھی چاہتے ہیں کہ سیٹیں بڑھی جائیں آپ ایک اچھی سی powerful کمیٹی چیف منسٹر صاحب کی سربراہی میں بنالیں سی ایم صاحب سے ہماری request ہے یہ Credit بھی ان کے پاس جائیگا۔ہماری گورنمنٹ اپوزیشن اور ٹریژری دونوں مل کر جائیں اسلام آباد میں کہ اگر ہمارا حق بنتا ہے آپ ایریا کو لے لیں۔آپ پاپولیشن کو لے لیں۔آپ Poverty کو لے لیں آپ backwardness کو لے لیں undevelopment areas ہیں ہمارا بلوچستان ہے ہم نہیں پہنچ سکتے ہیں سب کو سامنے رکھیں ہماری سیٹیں بڑھائی جائیں۔شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: Thank you۔ہاؤس کی anonymous کی قرارداد کی میرے خیال میں recommendation جانی چاہیے اور پھر اُس کو pursue کرنا چاہیے سی ایم صاحب کو بھی یا پھر کمیٹی بنتی ہے تو اُس کو pursue کریں میرے خیال میں۔آپ آغا صاحب hold کریں please۔خیر جان بلوچ صاحب۔ it is done اُن کی باری ہے نہ آپ بعد میں کرلیں۔نمبر پر بولیں جی،جی خیر جان صاحب۔مختصر کریں عصر کی نماز کا ٹائم بھی ہے روزے ہیں تو اُس کو یا پھر تھوڑا سا وقفہ کرنا پڑے گا نماز کے لیے۔

جناب خیر جان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب اسپیکر صاحب! اصغر خان صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت ہی اہمیت کی حامل قرارداد ہے وہ اس لیے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں بلوچستان کا جو Political وزن ہے وہ بڑھے تو اُس کے لیے یہی ایک راستہ ہے کہ جب ہم پارلیمانی جمہوری سیاست کرتے

ہیں تو پارلیمانی جمہوری اداروں کے اندر اگر آپ کا وزن زیادہ ہوگا۔تو آپ کی بات سنی جائیگی اگر آپ کا وزن کم ہوگا تو آپ کی بات اِس کان سے سُن کر اُس کان سے نکال دی جائیگی جو حسبِ معمول اب تک جاری ہے۔دیکھیں!بہت ساری چیزیں اگر ہم اُن کو ٹیکنیکل اُس پر لے جائیں تو وہ اُن کے بعد میں نتائج ہوتے ہیں لیکن اگر ہم اپنی ایک اہم اکائی کو accomodate کرنا چاہیے اُس کے لوگوں کو ہم اُن کی آواز کو جگہ دینی چاہیے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی ٹیکنیکل مسئلہ نہیں ہے۔اِس وقت بلوچستان، بلوچستان کے عوام فیڈرل گورنمنٹ سے اور especially اُن فیڈرل پارٹیز سے یہ توقع رکھتے ہیں جن میں مسلم لیگ (ن) پاکستان پیپلز پارٹی اُن سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ بلوچستان کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے بلوچستان کے عوام کی اِس آواز کو ضرور سُنیں گے۔اور اُسے قبول کریں گے۔ظہور صاحب نے جو ایک بات اُس میں شامل کی تھی کہ 40 مَیں سمجھتا ہوں کہ 40 سے زیادہ بھی ہوں تو بلوچستان اِس کا حقدار ہے۔حقدار اسی لیے ہے کہ بلوچستان آپ کے ملک کا آدھے سے زیادہ ہے اگر آپ اِس کے سمندر کو شامل کریں آپ تو صرف اِس وقت زمین کو شمار کرتے ہیں اگر بلوچستان کے ساحل سمندر رقبے کے لحاظ سے شمار کیا جائے تو یہ آدھے پاکستان سے زیادہ بنتا ہے۔ آدھا پاکستان isolation میں ہو اور آدھا پاکستان وہ حقدار ہو تو مَیں سمجھتا ہوں کہ تو یہ انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی سوچ لوگوں کے خیال میں جمہوریت، آئین، قانون، دستور کی گنجائش ہو تو اِس صوبے کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ آپ مواقع دے دیں تاکہ اِس سے پاکستانیت کا یا ملک کے ساتھ لوگوں کی جو وابستگی ہے وہ زیادہ مضبوط ہوگی۔مَیں یقین کرتا ہوں کہ حکومت اور پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) اِس بات کو وزن دیں گے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ہمارے دوست ناراض ناں ہوں یہ مسئلہ ہمیشہ ہمارے اُن وفاقی جماعتوں نے نظر انداز کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اگر بلوچستان کی ایک sizable ایک تعداد ہوگی تو وہ اُن کے لیے شاید مسئلہ ہے کیوں اِس لیے وہ چاہتے ہیں کہ وہ دو صوبے آپس میں مل کر حکومت کریں لیکن تیسرا اِس میں اہم ناں ہو۔صاحب اگر بلوچستان کو آپ out کریں گے تو اِس سے مسئلے ہوں گے اِس سے ملک کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔میری اُمید ہے کہ وہ بلوچستان کے عوام کی آواز کو سُنیں گے۔

جناب اسپیکر: Thank you خیر جان صاحب۔مولوی نور اللہ صاحب، He is not here زرین مگسی صاحب۔جی please make it quick and short۔اِس کو short کر دیں تاکہ سب کو موقع ملے۔

نوابزادہ محمد زرین خان مگسی (پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ سیاحت، ثقافت، قانون و پارلیمانی امور):

I wil keep it short-short۔جی جناب اسپیکر یہ بڑی اہم قرارداد ہے اِس میں بڑی اہم باتیں ہیں مَیں full حمایت بھی کرتا ہوں اور سپورٹ بھی کرتا ہوں۔مَیں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کا سب سے بڑا issue ہے سیاسی

lenseسے دیکھیں آپ محرومی کو چھوڑ دیں آپ کرپشن کو چھوڑ دیں آپ meritocracy کی باتیں ایک سائیڈ پر رکھ دیں۔ the biggest issue is political representation at the Federal level. Why?ہمارے provinces کا اِتنا issue نہیں ہے 65 کا ایوان ہے representativeہر ضلع کا representative بیٹھا ہوا ہے۔ ہمارے سینٹ میں جی equally proportionateہماری 14 seatsہیں plus some moreاور اُس کے ساتھ ہے its based on population and geography۔ ہماری جو MNAوالی seatsہیں وفاقی جو seatsہیں مَیں آپ کو تھوڑا سا prospectiveمیں لاؤں تو جی کراچی کی 22 سیٹیں ہیں without selected reserved seats۔لاہور کی 14 سیٹیں ہیں ہمارے بلوچستان کی 16+4بیس سیٹیں ہیں جی۔ اب this system is floored. why is it floored? جناب اسپیکر becauseاِس میں بڑا straight forwardہے it does not incentivize political party to invest in Balochistanاور اِس کے دو پہلو ہیں۔ دومنٹ میں highlight کروں گا اور I will be done۔ ایک political investment ہے اور financial investmentہے۔political investment پر بات کریں آپ کو پتہ ہے کہ جی Prime Ministershipکے لیے آپ کو ووٹ چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ you need MNA Seats, fragmentedہیں ۔ جی MNA votes۔ ابھی بلوچستان میں 16 سیٹیں ہیں تو 16 سیٹوں میں ہمارے بلوچستان نیشنل پارٹی کی دوسیٹیں ہیں باپ پارٹی کی دو ہیں نیشنل پارٹی کی ایک ہے،"ن" کے چار پانچ ہیں اور پیپلز پارٹی کے ہیں۔ یہ accros the boardہیں، مَیں کسی پارٹی کو ٹارگٹ نہیں کررہا ہوں تو it does not make any political sense کہ ہم سارے لوگوں سے بات کریں it makes political sense کہ جی ایک سربراہ ہو اور اُن سے بات کریں اور اُن کے نیچے کوئی چار چھ آٹھ سیٹیں تو پھر it make sense to talk to them for PMShip for the votes،دوسری بات یہ ہے کہ اور مَیں سمجھتا ہوں سب سے importantبات یہ ہے financial viabilityیا financial incentiveنہیں ہیں وفاق میں۔ کیوں؟ کیونکہ لوگ دیکھتے ہیں کہ جی بلوچستان تو بہت بڑا علاقہ ہے financesاِدھر investment کریں گے تو Aنظر نہیں آئے گا Bجو ہے may be trickle down effectنہیں ہوگا یا کرپشن کی وجہ سے پہنچ نہیں پائے گا تو لوگ کہتے ہیں کہ جی بڑے بڑے شہروں میں لگائیں جو ہماری وفاقی پارٹیز ہیں چاہے کراچی، لاہور، فیصل آباد سیالکوٹ۔ وہ کہتے ہیں جی Financiallyاِدھر investment کریں تو ہمارے لیے pay back, political pay

back جو ہے زیادہ بہتر ہوگا اور نظر بھی آئے اور news پر بھی چلے گا۔ تو اِس لیے دو وجوہات کی وجہ سے لوگ investment نہیں کرتے ہیں بلوچستان میں تو سب سے important یہ چیز ہے۔ جی مَیں کہتا ہوں کہ I think یہ قرارداد 2017ء میں بھی پاس ہوئی تھی but اِس پر سب کو united stance and united front لے کر جی وفاقی حکومت سے بات کرنا چاہیے یہ بہت important بات ہے اور اِس کے علاوہ بھی رحمت صالح نے بڑی اچھی بات کی empowerment دیکھیں! بلوچستان کا حل جی آئینی دائرے میں رہ کر پارلیمانی سیاست کرتے ہوئے چیزوں کو ہم لوگوں کو قائل کریں۔ خالی ہمارے بلوچستان کے لوگ نہیں مگر کو بھی قائل کریں if we have united front with more representation پھر ہماری بات مانیں گے، نہیں تو پھر ہماری 16 یا 20 سیٹوں پر کوئی نہیں بات سُننے والا ہماری۔ تو مَیں سمجھتا ہوں this is very important قرارداد empowerment of the Paliament or dialogue and debate جی۔ مَیں اکثر کہتا ہوں اِدھر اِس لیے مَیں یہ highlight کرنا چاہ رہا ہوں کہ کیونکہ یہ لکھا ہے جی 44% رقبے کا حل صرف جنگ نہیں ہے۔ dialogue and delibration۔

جناب اسپیکر: تو آپ یہ بھی recommend کرتے ہیں کہ اس کو مشترکہ قرارداد ہونی چاہیے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ سیاحت، ثقافت، قانون و پارلیمانی امور: مشترکہ قرارداد کردیں This is very important. Thank you۔

جناب اسپیکر: Ok thank you زرین مگسی صاحب۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ ابھی تو پانچ چھ بندوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اُدھر نماز کا ٹائم میرا دو منٹ رہ گیا ہے اور پھر اگر ہم وقفہ کرتے ہیں پھر افطاری کے لیے پھر سسٹم تھوڑا سا آگے پیچھے ہوجائے گا وہ بھی problem ہے۔ تو اگر اِس کو as a مشترکہ قرارداد باقی سب اِس کو پاس کرلیتے ہیں تو آپ کیا recommend کرتے ہیں؟ بات کرنی ہے! میر عاصم کرد گیلو صاحب۔ ok ok, two two minutes for each members۔ جی پلیز کریں آپ کریں۔ اِس کے بعد ظفر آغا صاحب آپ بولیں گے اُس کے بعد ہدایت الرحمٰن صاحب بولیں گے اور اُس کے بعد زاہد علی ریکی صاحب۔ یہ جو میرے پاس لسٹ پڑی ہے اُس کے بعد۔ دیکھیں آپ کھڑے ہو رہے ہیں مَیں نے آپ سے کہا تھا پرچی آپ نے نہیں بھجوائی ہے۔ محترمہ آپ نے بھی پرچی نہیں بھجوائی ہے میرے پاس جن کی۔ ok ٹھیک ہے۔ تو اگر آپ بولنا چاہتے ہیں اپنا Honorable Member تو پھر آپ کو مہربانی کرکے۔ جی میر عاصم صاحب۔

میر عاصم کرد گیلو (وزیر محکمہ مال): اجازت دیں اسپیکر صاحب تو بولوں۔ آپ لوگ بات کررہے ہیں آپ لوگ

چُپ کریں تو مَیں بولوں۔

جناب اسپیکر: بسم اللہ کریں۔

(اِس موقع پر ہاؤس کی صدارت محترمہ غزالہ گولہ بیگم، میڈم ڈپٹی اسپیکر کے سپرد کی گئی)

وزیر محکمہ مال: اجازت دیں اسپیکر صاحب! تو بولوں آپ لوگ بات کر رہے ہیں آپ لوگ چپ کریں میں بولوں۔

جناب اسپیکر: بسم اللہ۔ بسم اللہ۔

وزیر محکمہ مال: Thank you اسپیکر صاحب! بہت شکریہ۔ یہ جو قرارداد ہمارے اصغر صاحب نے لائے ہیں جیسے زمرک خان دوسرے ہمارے colleagues نے کہا اِس کو ایک مشترکہ قرارداد کردیں اسمبلی کی طرف سے ٹھیک ہے۔ اسپیکر صاحب! یہ جو اہمیت کی حامل ہے یہ قرارداد کیونکہ آپ خود جانتے ہیں پچھلے ادوار میں اِس سے پچھلے ادوار میں ہماری سیٹیں بڑھائی گئی تھیں مگر اُس کے بعد ہمارے جیسے کچھی کا میری اپنی سیٹ ہے پہلے دو سیٹیں تھیں باغ تحصیل سنی ،شوران ہے علیحدہ سیٹ تھی ڈھاڈر، مچھ اور حاجی شہر ایک علیحدہ تھا اُس کو merge کیا گیا اور ایک کر دیا گیا۔ اسپیکر صاحب! آپ کو لپور سے لے کر شہداد کوٹ تک ایک سیٹ، مگسی صاحب کو یہ معلوم ہے کتنا لمبا ہے لوگوں کے کام روڈ وغیرہ ہیلتھ، ایجوکیشن کے بالکل کام نہیں ہو پا رہے ہیں پچھلے ادوار میں جو ہمارے تحصیل تھے اُن میں بالکل کام نہیں ہوئے۔ جیسے ہمارے بھاگ تحصیل میں ہمارے سنی تحصیل میں، ہمارے کٹھن تحصیل میں بالکل کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ مجھے موقع ملا ہے میں وہ پسماندہ علاقوں کی خدمت کرسکوں اور اللہ نے چاہا تو جو میرے بس میں ہوا میں کروں گا۔ MNA کی سیٹیں بھی ایسے کم ہیں تمام ہماری نیشنل اسمبلی میں 350 سیٹیں ہیں اِن میں بلوچستان کی 16 جا کر گم ہو جاتی ہیں یہاں مختلف پارٹیز ہیں پولیٹیکل پارٹیز ہیں 2 سیٹیں لے جاتے ہیں 3 سیٹیں وہ بھی آپس میں اکٹھے نہیں ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ پہلے بھی میں نے اِس اسمبلی میں کہا تھا کہ نیشنل اسمبلی کی سیٹیں بھی تقریباً 30 کے لگ بھگ ہوں اور provincial اسمبلی کی سیٹیں تقریباً 65 سے بڑھا کر 85 کردی جائیں۔ اسپیکر صاحب! علاقے بہت دور دور ہیں۔ جیسے ہمارے اسپیکر صاحب! تو اُٹھ گئے اُس کا علاقہ ایریا! 4 لاکھ 62 ہزار کے قریب ہے ایسے جیسے میرا ہے 4 لاکھ 42 ہزار۔ ابھی کچھ حلقے ہیں کہ 1 لاکھ 20 ہزار 30 ہزار۔ وہ تو اپنے حلقے سنبھال سکتے ہیں مگر ہم سے سنبھالا نہیں جاتا۔ وسائل کم ہیں جو پچھلی دفعہ فنڈ دیے گئے تھے میں نے CM سے request کی تھی کہ آپ نے دو، تین حلقوں کو double کر کے دیا تھا اُنکے ڈسٹرکٹ ہیں میری original آبادی کیا ہے؟ پہلے 1 لاکھ 27 ابھی 4 لاکھ 42 ہزار۔ اِس کے فنڈ بھی ڈبل کیے جائیں تاکہ مجھے یہ لوگوں نے جو ووٹ دیا ہے میں اُن کی خدمت کرسکوں اُن کی روڈ بنا سکوں اُن کے لیے ہیلتھ کی سہولیات دے سکوں اُن کے لیے پانی واٹر سپلائی دے سکوں ابھی آپ اندازہ لگائیں 75

سال ہو گئے ہیں ہمارا بھاگ پانی سے ابھی تک مایوس ہو رہا ہے پینے کا صاف پانی اُن کو نہیں مل رہا ہے لوگ مٹی والا پانی ایک ڈرم میں بھرتے ہیں وہ ڈرم بھی 50، 100، 500 روپے میں بھر کر دیتے ہیں تالاب کا پانی۔ لوگوں کو hepatitis b,c عام ہمارے لوگوں کو وہاں لگ رہا ہے اُن کے لیے میں نے CM سے بھی request کی ہے اور آپ کے توسط سے صوبائی حکومت ہے جو ہمارے فنڈ پہلے دیے جاتے تھے۔ دو حلقوں کو اُسی طریقے سے دو حلقوں کا فنڈ دیا جائے اور یہ سیٹوں کو بالکل مشترکہ قرارداد کر کے بڑھا دیا جائے اور ایک بات جو current situation ہے وہ گشت کر رہی تھی کہ چیف سیکرٹری کے خلاف کسی نے وہ بولا ہے میں اُس کی مذمت کرتا ہوں آئندہ یہ نہیں ہونا چاہیے CM صاحب ہمارے دوسروں colleague آپس میں ایک دوسرے کو برداشت کریں۔ Thank you۔

میڈم ڈپٹی اسپیکر: Thank you جی عاصم صاحب۔ جی؟ تین نام دیے ہوئے ہیں مجھے اور آپ نے اگر کہنا ہے تو جی۔

سیّد ظفر علی آغا: جی جی میڈم میرا نام بھی ہے۔

میڈم ڈپٹی اسپیکر: جی۔

سیّد ظفر علی آغا: شکریہ میڈم اسپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب سے پہلے میڈم اسپیکر! آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں for after a longtime i have seen کہ آپ کرسی پر آئیں آپ کو مبارک ہو۔

میڈم ڈپٹی اسپیکر: Thank you جی۔

وزیر مال: میڈم یہ آغا صاحب آپ کو کس چیز کی مبارک بادی دے رہے ہیں؟

میڈم ڈپٹی اسپیکر: چیئر کی۔ جو صدارت میں نے سنبھالی ہے۔

وزیر محکمہ مال: اچھا، اچھا۔

میڈم ڈپٹی اسپیکر: جی آغا صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سیّد ظفر علی آغا: میڈم اسپیکر! جس طرح چیف سیکرٹری کے بارے میں جس طرح جملے کسے گئے میں یقیناً اِس پر اپنی جماعت کی طرف سے اور اپنے دوستوں کی طرف سے اِس کی مذمت بھی کرتا ہوں نہیں ہونا چاہیے چیف سیکرٹری ایک بہت بڑا عہدہ ہے اور ایک ایماندار اور ایک بہت ہی energetic آدمی ہے اور اس نے بلوچستان کے لیے اِس دو سالوں میں اُس سے بھی زیادہ بہت کام کیے ہیں تو ہمیں اُس کے کام کو سراہنا چاہیے نہ کہ جو ثبوت نہ ہو اُس پر جملے کھسنے چاہیے۔ میں اسکی مذمت کرتا ہوں۔ دوسری جناب میڈم اسپیکر! یہ قرارداد آج میں ریکوئسٹ کرتا ہوں اِس ہاؤس سے honourable parliament اِن سب سے کہ اِس کو متفقہ قرارداد بنایا جائے تاکہ اِس قرارداد کی جو اہمیت ہے

آپ یقین جانیں میڈم اسپیکر! اِس پر ہم جتنی بھی discussion کریں گھنٹوں تک discussion کریں بہت کم ہے۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں عوام نے ہمیں جو ووٹ دیے ہیں اِس پارلیمان کو۔ہمیں پہنچانے تک اُس میں main کردار بھی یہی ہے کہ آج ہم اِس کا حق ادا کریں اِس قرارداد کے مطابق کہ یہاں بلوچستان میں ہمیشہ محرومیوں کی بات ہوتی ہے۔مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں ایک نقطہ آج کی قرارداد ہے کہ اس کی سیٹیں بڑھائی جائیں قومی اسمبلی کی۔اُس میں قومی اسمبلی میں جو ہماری سیٹیں ظہور بلیدی صاحب نے بڑا اچھا پوائنٹ آؤٹ کیا اُن سے کہا کہ اِن کو 40 تک کراوئیں جائیں مَیں گزارش یہ کرتا ہوں ہماری جتنی بھی قرارداد اِن دو سالوں میں پاس ہوئی ہیں میڈم اسپیکر! میں سمجھتا ہوں بذات خود کہ بہت کم اِس پر عملدرآمد ہوا ہے مگر آج کی جو ہماری قرارداد ہے ہماری صوبائی اسمبلی کی جو سیٹیں ہیں یا قومی اسمبلی کی سیٹیں ہیں میڈم اسپیکر! میں ایک چھوٹی سی مثال دوں گا ہمارے بھائی سارے Colleagues بیٹھے ہوئے ہیں میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں اور اپنی ضلع کی بات کرتا ہوں ضلع پشین اِس ٹائم 12 لاکھ آبادی کے لگ بھگ ہیں میڈم اسپیکر! آپ یقین جانیں اِس ضلع کی، میں نے ہمیشہ request بھی کی ہے یہ 10 یا 20 سال پہلے اِس کو تین اضلاع میں ہم سے کم ہونا چاہیے تھا کیونکہ 12 لاکھ آبادی کے حساب سے اگر آپ calculation کریں میڈم اسپیکر! تو یہ تین اضلاح اِس پر perfect آتے ہیں جو کہ نہیں ہوئے مگر دیر آید دُرست آید۔ابھی وزیراعلیٰ بلوچستان میر سرفراز خان بگٹی صاحب کی قیادت میں ایک initiative لیا ہے کہ ضلعے بن رہے ہیں divisions بن رہے ہیں یقین جانیں وہ جو Divisions اور ضلعے بن رہے ہیں یہ اِس قرارداد کی بالکل any۔اگر آپ زیادہ کرتے ہیں ڈویژن زیادہ کرتے ہیں تحصیل زیادہ کرتے ہیں تو لوگوں میں ایک تو لوگ اُس کے اندر اُس ضلعے کے اندر جتنے لوگ ہوتے ہیں ان کو حق ملنا شروع ہوگا اور انتظامی طور پر وہ strong ہوتے جائیں گے اور دوسری بات میڈم اسپیکر! یہاں 65 کا ایوان بیٹھا ہوا ہے یہ آپ آج بھی calculation کریں میں ضلع قلعہ عبداللہ پر اگر بات کرسکوں میڈم اسپیکر! پچھلے سال 2013 میں آپ دیکھ لیں اِس کی history اُٹھا کے دیکھیں اِس پر 2 ممبرز تھے ابھی اِس کو ایک کیا گیا ہے اگر میں پشین کے حوالے سے بات کروں میں واشک کے حوالے سے بات کروں میں یہاں بیٹھے ہوئے خضدار کے حوالے سے بات کروں۔کسی بھی ڈویژن کو کسی بھی ضلع کو آپ اُٹھا کے دیکھ لیں اُس کی صحیح proper calculation ہوئی ہی نہیں ہے میڈم اسپیکر! اگر اِس کی proper calculation ہوتی تو میں آپ کو یہ باور کراتا کہ آج plus 100 ہمارے ممبرز اسمبلی میں بیٹھے ہوتے اور plus 40 ہمارے کم سے کم ایم این ایز صاحبان ہمارے قومی اسمبلی میں بیٹھے ہوتے۔اور these people are representing Balochistan اور ہم اگر اِس بلوچستان کو represent کرتے ہیں ہم اگر بلوچستان کی بات کرتے ہیں تو اِس حوالے سے سے کرتے ہیں کہ

یہاں جو محرومی ہے اُس کا main حق یہاں لوگوں کو اس لیے بھی نہیں پہنچائے کہ اِس کی census صحیح نہیں ہوئی ہے اگر census صحیح ہوتی میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں 3 تحصیلوں پر مشتمل وزیر اعلیٰ کا میں شکر گزار ہوں ایک تحصیل کربلا جو ابھی recently اِس کی نوٹیفکیشن بھی ہے ایک سرانان ایک تحصیل حرمزئی خالی تحصیل حرمزئی کا اگر آپ visit کر لیں میڈم اسپیکر! آپ اُس کی آبادی دیکھیں اُس کی آپ calculation area wise دیکھیں آپ یقین کریں میڈم! اُس پر آپ الگ سے ممبر آپ اُس کی calculation اگر دیکھیں ایک الگ سا ممبر اُس کو ملنا چاہیے جو کہ نہیں ملا۔ مَیں اِس قرارداد کا full fledged حمایت کرتا ہوں اور یہ ایوان سے request کرتا ہوں honorable members سے سب سے کہ اِس قرارداد کو کم سے کم اِس کو مرکز تک لیجائیں۔ کیونکہ مرکز میں پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ کی حکومت ہے اور اِس قرارداد پر کم سے کم stand لے کر اور بلوچستان کو اپنا حق دیا جائے آپ سب دوستوں کا شکریہ۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

میڈم ڈپٹی اسپیکر: Thank you آغا صاحب۔ اچھا ابھی تین اور ہمارے ممبران صاحبان نے بات کرنی ہے۔ لیکن آپ دیکھ لیں کہ اذان کا بھی ٹائم قریب ہے؟ جی؟ بس پھر اچھا مشترکہ طور پر اِس قرارداد کو کرنا؟ متفقہ طور پر؟ اِس کو؟ اِس قرارداد 75 کو متفقہ طور پر وہ منظور کیا جائے؟ منظور کیا جائے متفقہ طور پر؟ منظور کیا۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز سوموار مورخہ 23 فروری 2026 بوقت سہ پہر 3:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 5 بجکر 26 منٹ پر اختتام پزیر ہوا)

☆☆☆